جلد 26 شمارہ 7 ماہ جولائی 2024ء محرم الحرام 1446ھ



ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔



ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ



عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ ومدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

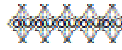
پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے



سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں



پیامِ قرآن

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۔ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِيْنَ عَلٰى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔ (سورۃ الحج ۲۲۔آیات ۳۵۔۳۴)

اے نبی ﷺ بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو، جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں،تو ان کے دل کانپ اُٹھتے ہیں، جو مصیبت بھی ان پر آتی ہےاس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے ان کو دیا ہےاس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ۔

(سورۃ الحج ۲۲۔آیت ۴۰)

اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہےتو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ۔ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔ (سورۃ الشعراء ۲۶۔آیات ۲۲۷۔۲۲۴)

رہے شعراء تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا۔اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، پھر پوچھا کہ اس کے بعد تو فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ ﷺ اور زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی)۔

(کتاب اوقات الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، اور وہ روزانہ اس میں پانچ دفعہ نہائے تو تمہارا کیا گمان ہے، کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ ﷺ! ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے کہ اللہ پاک ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (کتاب اوقات الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے عہد کی کوئی بات اس زمانہ میں نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا: نماز تو ہے۔ فرمایا: اس کے اندر بھی تم نے کر رکھا ہے جو کر رکھا ہے۔

(کتاب اوقات الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت انسؓ رو رہے تھے۔ پوچھا گیا: آپؓ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: نبی کریم ﷺ کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔

(کتاب اوقات الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ اللہ ہمارا خالق ہے۔اسے ہماری Nature(فطرت) کا پتا ہے۔وہ جانتا ہے۔ آپ کی نیت میں کیا ہے،اس سے وہ باخبر ہے۔اگر آپ نے Surrender(سرتسلیم خم) کیا ہوا ہے تو آپ سے کوئی تعارض نہیں ہوگا ان شاء اللہ۔ایسے ہی پار ہو جاؤ گے۔فکر مت کرو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔یہ ہے کہ اپنی نیت کو صاف رکھو۔نیت کو اللہ کی مخلوق سے بالکل صاف رکھو۔دل میں بخل،بخیلی،کینہ،یہ چیزیں بہت نقصان دہ ہیں۔یہ مت رکھو۔دل صاف ستھرا رکھو۔اللہ اللہ خیر صلہ۔اللہ کے ساتھ تو ہے ہی پیار۔مخلوق کے ساتھ بھی پیار کرو تو پھر کوئی فکر نہیں ہے،پھر اللہ تمہارے ساتھ ہے۔یہ جو ہیں روزے،نماز،یہ پابندیاں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنا آئین جو ہے اس پر عمل کرنا دیکھتا ہے کہ کون کتنا عمل کرتا ہے۔That's it (بس یہی کچھ)اور اسے ان کی کوئی محتاجی نہیں ہے کہ کسی نے کتنے سجدے کیے اور کسی نے کیا کیا بس کسی نے حاضری لگوالی،وقت پر پہنچ گیا تو بس کہتا ہے: Well done(بہت خوب) مزے کرو۔اللہ اللہ ہے بھئی۔اللہ کو اللہ سمجھو بس۔

بس اللہ کے قریب ہو جائیں۔کسی طرح سے ہمارا دل اللہ کے ساتھ لگ جائے۔ ہمارے دلوں میں اللہ کی یاد آجائے۔یہ رمضان شریف جو ہے یہ اسی کی Practice (مشق) ہے۔ لعلکم تتقون تک تو وہی آتا ہے ناں اللہ میاں۔یہ روزہ اس لئے فرض کیا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔اس کا مقصد محض یہی ہے کہ آپ متقی بن جائیں۔اس کے بہت سارے

شعبے ہیں لیکن خاص شعبہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اللہ کی یاد کو زیادہ سے زیادہ دل میں بٹھا سکیں یہ اس کی طرف دھیان بھی دینا چاہئے، خیال بھی کرنا چاہئے۔ باقی شعبے جو ہیں وہ یہی ہیں جو آپ لوگ ملنے ملانے کے لئے انتظام کرتے ہیں، وہ اپنی جگہ بڑا مقام ہے کہ خالص اللہ کی رضا کے لئے آپ ایک دوسرے سے ملنے کا انتظام کرتے ہیں اور ملتے ہیں تو وہ الگ بات ہے یہ جو اللہ کی یاد کو دل میں بٹھانے کی بات ہے اس کو الگ سے وقت دینا پڑے گا۔ یہ آپ دیں ضرور دیں۔ اس مہینے کو اپنے لئے خاص کر لیں کہ ہم نے اس میں اس بات کو Target (ہدف) بنانا ہے اور اس کو Achieve (حاصل) کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے آپ کو یاد کرنے کی اور طبیعت کو اپنی طرف مائل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

طریقہ کوئی بھی ہو مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ کو کیسے یاد کریں اور کیسے یاد رکھیں۔ کیسے یاد رکھ سکتے ہیں یہ اصل بات ہے۔ ہر وقت ہمارے دل میں اللہ رہے۔ اس کے لئے ہمیں وقت نکالنا پڑے گا اور وقت دینا پڑے گا۔ اللہ ہمیں اس میں کامیابی عطا فرمائے۔

☆ آپ لوگ دعا کے وقت سارے بھائیوں کو یاد رکھو۔ اپنے حلقے سے پیار کرو اور حلقے کی ترقی کے لئے، حلقے کی بقاء کے لئے کم از کم دعائیں تو کریں ناں۔ جو عملی کام کرنا ہے وہ تو آپ کرتے ہی رہتے ہیں، ہم پھر بھی کریں گے لیکن سارے بھائی دعا بھی اللہ میاں سے کرتے رہیں اور خاص طور سے آج کل تو جو حالت پاکستان کی ہے یہ ہم سب کا فرض ہے اور یہ آزادی کی نعمت جو ہے ناں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس کی بقاء کے لئے، اس کی سالمیت کے لئے دعا کریں اور کبھی غلطی سے بھی نہیں بھلائیں۔ اس کے لئے ضرور دعا کریں۔ اللہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے کہ ہم خود اس کی پاسداری کریں اور اس کی نگہبانی کا انتظام سنبھال سکیں۔ ذہنی طور سے، عملی طور سے، ہر لحاظ سے ہمیں اس کی

نگہبانی کا انتظام کرنا اور سوچنا چاہیے ۔اور اللہ کے آگے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ ہمیں جو یہ آزادی کی دولت آپ نے اپنے خاص فضل و کرم سے عطا کی ہے،اس کی نگہبانی بھی آپ خود کریں ہم تو اپنے آپ کو اس قابل ثابت نہیں کر سکے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ آتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے، ہم لوگ ابھی تک سندھی، پنجابی،اور بلوچ، پٹھان بنے ہوئے ہیں ۔اب تک پاکستانی نہیں بنے ۔ہمارے کسی بھی شعبے نے اس طرف خیال نہیں کیا۔ نہ علمائے کرام نے کہا ہے نہ درس و تدریس سے منسلک بڑے بڑے سکالر ہیں انہوں نے کیا ہے اور نہ لیڈروں نے کیا ہے۔کسی نے بھی اس طرف دھیان نہیں دیا اور نتیجہ یہ ہے کہ ہم آج تک پاکستانی نہیں بن سکے باقی سب کچھ ہیں ۔یہ بڑے ہی دکھ کی بات ہے ۔ہمارے پڑوس میں آپ ایک عام انسان سے پوچھیں وہ چھاتی پر ہاتھ مار کے کہتا ہے کہ میں انڈین ہوں، میں بھارتی ہوں۔ ہم میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے ۔یہ بڑی دکھ کی بات ہے ۔لیکن یہ اپنی جگہ ہے حقیقت ۔پتا نہیں یہ سہرا کس کے سر پڑتا ہے کہ پاکستانی قوم کو پاکستانی بنا دے ۔دعا کریں ۔اس کو نظر انداز مت کیا کریں ۔دعا ضرور کیا کریں ۔

☆ جو کچھ اللہ نے دے رکھا ہے اس پر خوش رہیں۔کبھی یہ ذہن میں نہ لائیں کہ کم ہے۔یہ سوچ ہی سرے سے چھوڑ دیں ۔اللہ کی طرف سے کوئی کمی نہیں ہے ۔وہاں سے سال پورا ہے۔ہمیں اس پر بھروسہ ہے۔اللہ میاں ہم سے زیادہ حساب دان ہے۔وہ جانتا ہے انہیں کتنی چاہیے، وہ دے رہا ہے اور جو اللہ دے رہا ہے وہ صحیح ہے بس اس پر آپ خوش ہو جائیں ۔ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اللہ کے فیصلوں پر راضی رہیں ۔یہ یاد رکھیں ۔اپنے اس خیال کو کسی صورت میں Compromise (سمجھوتہ) مت کریں ۔اللہ جو کر رہا ہے وہ ٹھیک ہے

بس۔ہمیں اگر ایک وقت کھانا نہ ملا تو ہم مر نہیں جائیں گے۔ہم ایسے ہی رہیں گے ان شاء اللہ۔ بالکل اپنے آپ کو اس پر قائم رکھیں اور اس کے علاوہ کچھ سوچیں ہی نہیں۔اللہ کے فیصلے پر ہم اعتراض کریں؟لا حولَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ. ہم کیسے توحیدی ہیں؟

☆ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم سب کے لئے دعا کریں۔اپنے حلقے کے لئے خاص طور سے دعا کریں،اپنے پاکستان کے لئے خاص طور سے دعا کریں کہ پاکستان پر بھی اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے۔ہمیں بھی دنیا کی قوموں میں کوئی مقام عطا فرمائے۔ یہ دعا کریں ہم مسلمان بن جائیں۔یہ بہت ضروری ہے۔جب تک ہم مسلمان نہیں بنیں گے ہمارا کیا بنے گا؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ہمیں یہ بات پتا نہیں سمجھ کیوں نہیں آتی کہ مسلمان کی بقا قرآن سے ہے۔اگر اس کو چھوڑ دیا تو ہم کہیں کے بھی نہیں ہیں۔یہ چھوٹی سی ایک بات ہے جو ہماری سمجھ نہیں آرہی۔ہم اسی لئے ذلیل ہیں کہ ہم نے قرآن کو چھوڑا ہوا ہے۔بس پتا نہیں اللہ تعالیٰ نے کب ہمیں یہ بات سمجھانی ہے۔یہ میری سمجھ نہیں آرہی کہ اللہ کو کیا منظور ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے قرآن چھوڑا ہے تو ہم کہیں کے نہیں ہیں۔دھوبی کا کتا، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔یا کافر ہو جائیں ہم ،منکر ہو جائیں۔اللہ نوازے گا جو مرضی ہے کریں۔ہم قوم بھی بن جائیں گے،سارا کچھ ہو جائے گا۔ہم کہیں کے تو بنیں۔ہم کہیں کے بھی نہیں ہیں نہ کافر ہیں نہ مسلمان ہیں۔یار! کچھ تو بنو اللہ کے بندو۔کچھ بن جاؤ۔یہ مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائے اور ہمیں اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ روزہ جب لعلکم تتقون سب کے لئے ہےتو ہمارے لئے سب سے زیادہ ہے۔اس لئے ہمیں سب سے آگے بڑھ کراس پرعمل کرنا پڑے گا۔اگر ہم نے اللہ سے پیار کرنا ہےتو پھر ہمیں آگے بڑھ کے پیار کرنا پڑے گا۔کسی نے قبلہ ڈار صاحبؒ سے کہا کہ آج شب برات ہے،آج شب معراج ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ یار! آپ کے لئےتو ہر رات شب برات ہےاور ہر شب شب معراج ہے۔یہ تو عام لوگوں کی باتیں ہیں۔یہ کیا آپ یاد کرتے رہتے ہیں؟ آپ اپنا کام کرتے ہیں تو یہ بہت ہے۔اورآپ کیا کریں گے؟وہی کریں گے جو روز کرتے ہیں۔آپؒ کی باتیں تو Recorded ہیں،وہ سمجھ آتی ہیں جیسا کہا ہے۔ہم اپنی سمجھ کے مطابق بات کرتے ہیں۔

(آن لائن محفل مورخہ ۱۹ اپریل ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ جو بھی مسائل ہوں یہ حل ہو جاتے ہیں۔ان کو خود ہی حل کیا کرو۔آج کل تو خاص طور سے کوئی کسی کا نہیں ہے۔اپنے آپ کو خود ہی Handle کرو۔اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت دے۔حوصلہ دے۔کوئی مشکل نہیں۔مشکل کچھ بھی نہیں ہوتی۔مشکل کیا چیز ہوتی ہے؟اللہ اپنا فضل فرمائے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھا سے،تیرا آئینہ ہےوہ آئینہ
جو شکستہ ہوتو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

کب تک سنبھال کے رکھو گے۔اسے استعمال میں لاؤ۔یہ اچھا ہے۔اللہ اکبر۔ایک حالت میں اللہ کی ذات ہی اچھی لگتی ہے۔بس وہ قائم تھی،ہے،اور رہے گی۔باقی کوئی ایسا نہیں ہےجس کے دو دن ایک جیسے گزر جائیں۔یہ ناممکن ہے۔ورنہ زندگی کا احساس

ہی ختم ہو جائے۔اللہ میاں نے یہ احساس نہیں ختم کرنا۔آپ کو Alert (خبردار) رکھنا ہے۔ اس طرح آپ ٹھیک رہیں گے۔ یہ اس کا شغل ہے۔وہ دیکھتا ہے کہ میری مخلوق ہے۔سب سے پیاری مخلوق ہے۔جب تک اسے جھنجھوڑے نہ، ان کو کچھ کرتا کراتا نہ دیکھے، اُسے بھی مزا نہیں آتا۔وہ مزے لے رہا ہے۔آپ لوگوں کو بھی اس میں ایسے ہی مزا لینا چاہیئے کہ چلو تو اس میں خوش تو ہم بھی راضی، ہزار خوش، ہم بھی خوش ہیں۔ سبحان اللہ. سبحان اللہ.

☆ ملتان سے ایک بھائی کا حال پوچھا تو دوسرے بھائی نے اس کے بارے میں کہا کہ قبلہ حضور آج کل یہ بس یہی گنگناتا رہتا ہے کہ

ے جہاں دُکھاں وچ دلبر راضی سُکھ اُنہاں توں وارے

فرمایا: واہ کیا بات ہے۔یہ ایسی ویسی بات نہیں ہے۔یہ بات اور یہ کہنا ہی ایک بار تو آدمی کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔یہ کہنا ہی کہ

ے جہاں دُکھاں وچ دلبر راضی سُکھ اُنہاں توں وارے

یہ سوچ ہی ہے۔اس کو عملی اقدام میں لاؤ تو پتا لگ جاتا ہے کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ یہ بڑی زبردست بات ہے۔محمد بخشؒ نے بڑی زبردست بات کی ہے۔

ے جہاں دُکھاں وچ دلبر راضی سُکھ اُنہاں توں وارے

سبحان اللہ. سبحان اللہ. یہ صرف ایک سوچ نہیں۔پورا عمل ہے۔بس۔جو اس کھاتے میں پڑ گیا اسے دنیا کی کوئی طاقت رنجیدہ نہیں کر سکتی۔نہ اسے احساس دلا سکتی ہے کہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں۔وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔تو یہ اچھا ہے اگر اس (ملتان سے ایک بھائی کا نام لیا) نے یہ گنگنانا شروع کر دیا ہے۔میں نے اسے پچھلی

دفعہ کہا تھا کہ ڈھیلے ڈھالے مت ہونا۔ انسان بنو۔ تم انسان ہو۔ ٹھیک ٹھاک بنو۔ میں نے کہا۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ میرا خیال ہے اس پر کچھ اثر ہو گیا ہے۔ اللہ کرے یہ اثر رہے۔

☆ اللہ کی ذات میں تفکر کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

یہ بات بہت آگے تک جاتی ہے وہاں تک ہماری پہنچ ہی نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں رک ہی جانا چاہیے تو اچھا ہے۔ تفکر کے لحاظ سے آپ ایک صفت کو Cover (احاطہ) نہیں کر سکتے۔ اس کی تو ان گنت، بے شمار صفات ہیں۔ ان پر تفکر کرتے کرتے اس کی ذات تو بے مثال ذات ہے اس پر کیا تفکر کرو گے؟ وہ تو ایک تھا، ہے اور رہے گا۔ وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس میں کوئی عیب والی بات نہیں ہے۔ اس میں تم کیا تفکر کرو گے؟ صفات ہیں۔ صفات میں سے کسی ایک میں تفکر میں پڑ گئے تو آپ اسی کو Cover (احاطہ) نہیں کر پاتے، آپ زندگی گزار لیں۔ آپ نے یہ زبردست بات نکالی ہے۔

انصاری صاحبؒ نے سنایا کہ میں نے رسالدار صاحبؒ سے پوچھا کہ اللہ میاں کیسا ہے؟ رسالدار صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ میاں کیلے کی طرح ہے۔ (انصاری صاحبؒ) کہنے لگے: یہ کیا کہ کیلے کی طرح ہے۔ (رسالدار صاحبؒ) کہنے لگے کہ کیلے کو آپ دیکھیں۔ اسے چھیلنا شروع کر دیا۔ ایک چھلکا ہٹایا، دوسرا ہٹایا، تیسرا ہٹایا۔ جب نیچے گئے تو نہ چھلکا ہے نہ اور کچھ ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ وہاں اللہ میاں ہے، ڈھونڈ لے گا۔ یہ ہے اللہ۔

میں نے باباجی (انصاری صاحبؒ) سے ایک مرتبہ پوچھا کہ اللہ میاں کیسا ہے؟ باباجیؒ نے کہا کہ پانی کی کوئی شکل ہے؟ یہ باباجی انصاری صاحبؒ کا جواب تھا کہ پانی کی کوئی شکل ہے؟ پیالے میں ڈالو تو پیالہ ہے، حوض میں ڈالو تو حوض ہے، بوتل میں ڈالو تو بوتل ہے۔

بس اللہ میاں ایسا ہی ہے۔اس ذات پر آپ کیا تفکر کریں گے؟صفات اس کی ہیں۔ان گنت ہیں۔ان میں کرو۔غوطہ زنی کرو۔مل جائے گا کچھ نہ کچھ۔اول تو وہ کرنے کا ہمارے پاس یہ نفی اثبات ہے۔ یہ ذات کا ہی ہے۔نفی اثبات جو ہے یہ ذات کا ہی تفکر ہے۔ اسی سے سارا کچھ نکلتا ہے۔یہی کرو۔نفی اثبات کا ذکر کرو بس باقی سب ٹھیک ہے۔اسی میں سب کچھ ہے۔

ایسی باتیں جن کے بارے میں ہے کہ ان پر تفکر مت کرو یہ متشابہات ہیں۔ اللہ نے کہا کہ ان کے معنی اور سارا کچھ صرف میں ہی جانتا ہوں اور کوئی نہیں جانتا۔یہ تو اللہ نے کہا قرآن کے متعلق تو ہمارے اپنے جو خیالات ہیں،ہم اپنی جو مضمون نگاری کرتے ہیں اس میں ایسی باتیں کوئی سامنے آجائیں تو ایسی بات نہیں ہے کہ وہ نہیں آسکتیں۔آسکتی ہیں وہ بھی۔ایسی باتوں کو متشابہات سمجھ کر اسی طرح کی بات سمجھ کر بھول جانا چاہئے۔جو بات سمجھ آتی ہے صرف اس کی طرف جائیں۔وہی مفید ہو گی آپ کے لئے۔متشابہات کی طرف مت جائیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔انسان کا جو ذہن ہے یہ تو پورا خزانہ ہے۔ اس میں پتا نہیں کیا کیا بات سامنے آسکتی ہے۔جو ہم نے سنی ہو نہ کبھی پڑھی ہو تو اس کے پیچھے پڑ کے ہم اپنی ساری کیفیت ہی خراب کرلیں،ایسی باتوں کو جو سمجھ نہ آئیں انہیں معمولی سا، خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا ہے۔

☆ ہر ایک کی اپنی سوچ ہے۔اپنی سوچ کا انداز ہے۔اپنے اپنے انداز کے مطابق سوچتا ہے اور ہر آدمی اپنی سوچ میں مگن ہے۔اگر چاہے تو کسی کی پرواہ کرتا ہے ورنہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ہر آدمی اپنے اس میں غرق ہے،ڈوبا ہوا ہے۔ہماری سوچ ایسی نہیں ہونی چاہئے

ہمیں تو سب کو ساتھ لے کے چلنا ہوتا ہے۔ یہ بڑے کٹر قسم کی دنیا دار قسم کی سوچ ہے۔ ہم اپنے طریقے سے چلیں گے۔ کوئی چلتا ہے تو چلے ورنہ اپنا کام کرے۔ ہم بیٹھیں گے۔ اللہ ہماری سوچوں کو درست فرمائے اور اللہ ہمیں اپنی یاد کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی خوشی کے مطابق جس میں وہ دلبر راضی ہو۔ اللہ ہم سے وہ بات کرائے، ہمیں وہ بات سکھائے، اس پر ہم عمل کریں۔ وہی ہم ایک دوسرے کو بتائیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو اعلان کیا ہے ناں کہ رضی اللہ عنۂ و رضوا عنہ ؕ یہ صحابہ کے لئے وہ نعمت تھی جو پہلے کسی کو ملی نہ اس کے بعد کسی کو ملی۔ یہ صرف صحابہ کی قسمت تھی اُنہیں حضور اقدس ﷺ کے صدقے وہ بات مل گئی کہ جس کے آگے کچھ ضرورت ہے نہ پیچھے کچھ ضرورت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تم سے راضی ہوں، تم مجھ سے راضی ہو۔ مزے کرو۔ سبحان اللہ ایسا فیصلہ اور ایسی نعمت وہ صحابہؓ ہی اس کے قابل تھے۔ وہی اس کے قابل تھے۔ اور کوئی آج تک اس سے پہلے یا بعد میں کوئی نہیں بن سکا۔ صحابہ کی زندگی پر آپ نظر ڈالیں تو بس عجیب ہی مخلوق اللہ نے پیدا کی تھی۔ ہر ایک کی اپنی سوچ اور ہر وقت ہر آدمی یہی سوچتا تھا کہ کیسے مجھ سے یار راضی ہو جائے۔ بس اور کسی کی کوئی سوچ ہی نہیں تھی۔ دن رات یہی سوچتے رہتے تھے کہ وہ کیسے راضی ہو جائے۔ دو تین صحابہ نے مل کے فیصلہ کیا کہ حضور اقدس ﷺ تو روز یہ یہ کرتے ہیں، ہم کیسے اللہ کو راضی کریں؟ ہم غریب بھی ہیں، یہ بھی ہیں۔ ایک نے وعدہ کیا کہ ٹھیک ہے میں شادی نہیں کرتا۔ میں ایسے ہی رہوں گا، رات دن عبادت کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں روزے ہی رکھتا رہوں گا۔ تیسرے نے کچھ اور کہا۔ یہ حضور اقدس ﷺ کو پتا چلا کہ ایسا ہوا ہے تو ان تینوں کو بلایا۔ انہیں کہا کہ ایسا نہیں کرنا۔ تم میرے جیسا نہیں کر سکتے۔ جو میں کرتا ہوں، اس سے باہر نکلو گے تو تمہارے اعمال ہی سارے بے کار ہو جائیں گے۔

ایسا مت کرو۔ میں روزے بھی رکھتا ہوں، میں نے شادیاں بھی کی ہوئی ہیں۔ میں کھاتا پیتا بھی ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں۔ میں سارے کام کرتا ہوں۔ آپ لوگ بھی ایسے ہی کریں۔ سکھایا کہ ایسا کریں اور ایسا کریں۔

ہر کوئی یہی سوچتا رہتا تھا کہ بس اُسے راضی کرنا ہے۔ انہیں اگر ایک وقت میں دو چار کھجوریں مل گئی ہیں تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ شام کو انہیں یہ دو چار کھجوریں ملیں گی بھی کہ نہیں۔ کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ ایسے بے فکرے قسم کے تھے۔ بے فکرے لوگ تھے۔ حکم ہوتا تھا جہاد کا تو جو تلوار گھر میں ہے اٹھے اور اسے پہن کے چل پڑے۔ کسی سے پوچھ نہ کوچھ، نہ فکر نہ فاق۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ ہم اگر سوچیں ناں تو ان صحابہ کی زندگی کے اس انداز کی وجہ سے ہی ہم آج مسلمان ہیں، ورنہ ہمیں تو دنیا کے تفکرات نے اتنا گھیرا ہوا ہے، اتنا گھیرا ہوا ہے کہ ہمیں اللہ کی رضا تو بہت دور کی بات ہم تو یہی کہتے ہیں کہ بس ہمارا کچھ بن جائے اللہ راضی ہی راضی ہے۔ سبحان اللہ صحابہ ایسے ہی تھے صحابہ کی تقلید کرو، کامیاب رہو گے اور مطمئن رہو گے۔ انہوں نے قرآن کی ایک ایک آیت کو لے کے زندگی گزار دی سبحان اللہ۔

☆ دل میں جتنی دیر آپ اللہ کو رکھتے ہیں اصل بات وہی ہے۔ یہ زبانی کلامی جو سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر یہ جو کرتے رہتے ہیں ان کی کوئی خاص قیمت نہیں ہے۔ قیمت وہی ہے جو دل کے اندر آپ نے بٹھا دیا اور بس اسی سے کھیلتے رہے۔ یہ ہے اللہ کی یاد اور اسی میں سارا کچھ ہے۔ باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) تو یہی کہتے تھے کہ دل میں بٹھا لو اور اس کی پوجا شروع کر دو۔ بس یہی ہے اللہ کی یاد۔ اس سے کم پر راضی مت ہونا۔ اصل بات یہی ہے۔ انہوں نے تو یہ کسی کو نہیں کہا، کبھی بھی نہیں کہا کسی کو کہ تم

یہ منہ سے کرو۔ہاں بس ایک دفعہ تہجد کی نماز کے بعد کہا ہے کہ تم پانچ منٹ سبحان اللہ کا ذکر کیا کرو۔اور آپ نے نہ کسی کو کہا کہ سبحان اللہ پڑھا کرو، نہ استغفر اللہ پڑھا کرو، نہ الحمد للہ پڑھا کرو، کچھ بھی نہیں کہا۔بس اللہ اللہ کیا کرو۔شروع سے ہمیں ہمارے بابے نے ،اُنہوں نے یہی سکھایا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اکثر توحیدیوں کا Mind set (ذہنی رجحان) بھی ایسا ہی ہو گیا ہے۔سب کا۔باقی یہ جو باتیں ہیں کہ یہ پڑھنا ہے،وہ پڑھنا ہے،اس کی طرف کم ہی لوگوں کا خیال جاتا ہے۔آپ کا خیال جاتا ہے؟(محفل میں شریک افراد نے تصدیق کی کہ نہیں جاتا۔)

تو فرمایا:

کسی کا اس طرف خیال ہی نہیں جاتا۔بس کہتے ہیں کہ پاس انفاس کرتے رہیں اور وہ ڈھولا اندر بیٹھ جائے بس اور پھر اسی کی پوجا کرنی شروع کر دو۔یہی ہے۔اسی کی طرف دھیان ہے۔باباجی نے یہی سکھایا ہے۔

یار! یہ خصوصیات ہمیں اللہ میاں نے باباجی کے طرف سے نصیب کی ہیں۔اور کسی کی جرات ہے کہ کہہ دے کہ اللہ میاں مجھے اپنا دیدار دے دے۔یہ کوئی ایسی معمولی سی بات ہے؟لیکن وہ (انصاریؒ) کہتا ہے۔دیکھو ذرا۔یہ باباجی نے سکھایا ہے ہمیں،کسی ولی میں، بڑے سے بڑا ولی یہ جرات نہیں کرتا ایسے کہ ہمیں اپنا دیدار دے دے۔وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں لیکن انصاری صاحبؒ نے گلی کوچوں میں گھومنے والے ملنگوں سے کہا ہے کہ اللہ کے دیدار کے پیچھے لنگوٹ کس کے لگ جاؤ،آپ کو مل جائے گا۔یہ خاص چیز اللہ نے آپ لوگوں کو عنایت کر دی ہے۔

میں نے ایک کتاب پڑھی تھی اس میں اس نے مذاق کیا تھا کہ فقیر لوگ اللہ کو یار

کہتے ہیں۔اس نے ایسے Taunting way(تمسخر کے انداز) میں لکھا تھا کہ اللہ کو یار کہتے ہیں۔کہتے ہیں: عشق۔اللہ سے عشق کرتے ہیں۔کہتا کہ یہ کوئی بات ہے؟ یہ لوگ ہیں جو مرتد ہیں۔ ایسی باتیں اس میں لکھی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا کہ Very good (بہت اچھا) یار۔تم نے تو ہمارا ستیاناس کر دیا۔یہ بات ہمیں تو سکھائی ہے۔بڑے دھڑ لے سے سکھائی ہے۔شجرے میں لکھ دیا ہے کہ

ے　　　ی نازد بقرب و یاری تو

شجرے میں لکھ دیا ہے۔کہ وہ اپنا یار کہنے پر فخر کرتا ہے۔یہاں وہ کہتے ہیں کہ اللہ کو یار کہہ رہے ہو۔تمہیں کوئی عقل نہیں ہے۔تمہیں بات کرنے کی کوئی تمیز نہیں ہے۔اللہ سے عشق کرتے ہو۔یہ کوئی لڑکی ہے جس سے تم عشق کرو گے؟ میں نے ایسی ایک چھوٹی سی کتاب پڑھی تھی۔اس میں یہ ساری باتیں لکھی ہوئی تھیں۔میں نے کہا کہ یہ مصنف نے کمال کر کے رکھ دیا ہے۔ہمیں اس نے کیا بنا دیا ہے۔انصاری صاحبؒ کو اللہ اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے، اُنہوں نے سب کو آگاہ کر دیا ہے کہ جاؤ کچھ بھی نہیں ہے، تمہارا اپنا ہے۔ کبھی بھی، کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے ہو جاؤ۔کبھی بھی ضائع نہیں ہو گے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی Deny(انکار) نہیں کرسکتا۔

☆　صحیح طریقے سے آپ نفی اثبات کا ذکر کریں اور جتنا بتایا ہے اتنا ہی کریں۔اس میں آپ اگر نفی کی حالت میں چلے گئے تو یہ اس سے بڑا تفکر اور کوئی ہے نہیں۔آپ اس کو آگے بڑھاتے جائیں اور اللہ اللہ کرتے جائیں۔یہی نفی ہے۔آپؒ(انصاری صاحبؒ) نے یہاں تک کہا تھا کہ آپ کے سارے لطائف اسی سے کھل جائیں گے۔کوئی آپ کو مزید

سوچنے کی یا تفکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ جب آپ کی نفی ہو جائے نفی ایسی کہ بس آپ پھر بیٹھے ہیں ساتھ کوئی ڈھول بجاتا رہے، کوئی قوالی ساتھ بیٹھ کے گاتا رہے تو آپ کو کوئی پتا نہیں ہے کہ کوئی کیا کر رہا ہے۔ کوئی پاس ہے بھی یا نہیں ہے۔ بعض دفعہ تو بہت لمبا لمبا وقت اللہ میاں چاہے تو دے دیتا ہے ورنہ تھوڑا تھوڑا وقت بھی اگر یہ ہو تو یہی Develop ہوتا رہتا ہے اور ایسی حالت میں اللہ میاں خود بھی سامنے آجاتا ہے۔ یہی بات ہے۔ نفی اثبات کا ذکر صحیح طریقے سے کرلیا کرو صحیح اگر پچاس ضربیں بھی لگالیں تو بہت ہیں۔ صحیح کوشش نفی کرنے کی کہ لا الٰہ الا اللہ کی بات جو ہے یہی ذہن میں ہو۔ پہلے اللہ ہی ہو پھر اللہ بھی غائب ہو جائے، پھر اللہ آجائے۔ ایسے اوپر نیچے آتے آتے ایک دن لا الٰہ کہا تو لا الٰہ ہی ہو جاؤ گے بس وہی کامیابی کا وقت ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

☆ کسی کالج کا ایک پروفیسر تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک لاکھ الفاظ Compose کیے ہیں۔ لکھے ہیں۔ مجھے کہتا کہ میرا علم خاصا ہو گیا ہے۔ ایک دفعہ بابا جیؒ سے ملاقات ہوئی تو خود ہی بولتے رہے، خود ہی بولتے رہے۔ بابا جیؒ کو ایک لفظ نہیں بولنے دیا۔ جب وہ چلا گیا تو مجھے کہتے ہیں کہ اسے تو علم کا ہیضہ ہو گیا ہے۔ کسی اور کو گانٹھتا نہیں ہے بس اپنا ہی علم دوسروں کو سکھاتا ہے۔

☆ ایک دفعہ ترجمان القرآن میرے پاس آیا تو میں پڑھ رہا تھا، اس میں فارمولا لکھا ہوا تھا کہ آپ لکھاری کیسے بن سکتے ہیں۔ بڑا اچھا تھا۔ میں نے وہ رسالہ اسے (نام لیا) دیا اور

کہا کہ یار! یہ ہم نے تو زندگی خراب کرلی، میں تو بالکل نکما ہوگیا ہوں۔ تم اسے پڑھو، ہمارے حلقے میں ایک تو لکھاری بن جائے۔ پتا نہیں اس نے اس بات پر کہاں تک عمل کیا۔ میں نے کہا ہم تو ضائع ہوگئے، آپ یہ کرنا شروع کردیں۔ پتا نہیں اس نے کیا ہے کہ نہیں کیا میں نے اسے بڑا زور دے کے کہا کہ یار کچھ کرو تا کہ تم بھی کچھ بن جاؤ۔ اس میں لکھنا سیکھنے کا بڑا اچھا طریقہ بتایا تھا۔

☆ باباجی ڈار صاحبؒ کی بات ایسے دل میں Inject ہوجاتی ہے۔ باباجیؒ نے ایک دو آیتوں کا ترجمہ جو انہوں نے سنایا وہ بالکل Inject ہو کر رہ گیا ذہن میں کہ یہ ایسے ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جو پڑھانا شروع کردیں ان سے آدمی پھر بہت کچھ سیکھ لیتا ہے۔ وہی عالم بنتے ہیں۔ یعنی باباجی ڈار صاحبؒ نے ایک دو باتیں ایسے عام بات چیت کے انداز میں کیں کہ خودبخود شوق پیدا ہوگیا کہ واہ یہ کیسے آسانی سے بات سمجھ آگئی ہے۔ ان میں یہ بڑی زبردست بات تھی۔

☆ قبلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی بات چلی کہ انہوں نے لکھنے کا یہ طریقہ بتایا کہ انصاری صاحبؒ کی سب کتب تمہارے سامنے ہیں، ان میں سے کوئی بھی موضوع لو، اسے قرآن پاک اور احادیث سے اپنے الفاظ میں بیان کردو تو یہ تمہارا ایک مضمون بن جائے گا اس پر فرمانے لگے:

اگر انسان کچھ بھی نہ بنا ہو اور انسانی ذہن اگر شروع سے ہی ایک سمت میں چل پڑے اور اس پر آدمی قائم رہے تو یہ ساری باتیں اس میں اس کے مطابق بن جاتی ہیں۔

لیکن شروع سے کسی کوایسا پلیٹ فارم ہی نہ ملے اور سمجھ ہی نہ آئے کہ میں یہ کیسے کروں تو وہ اسی میں ٹامک ٹوئیاں مار کے برسوں گزار دیتا ہے اور کچھ بھی نہیں سمجھ پاتا ۔جس آدمی کو پلیٹ فارم مل گیا اور اس کو استعمال کرنا شروع کر دیا وہ تر گیا اسے سارا کچھ سمجھ آ گئی ۔اب ہمیں پلیٹ فارم تو ملا لیکن مجھے ایسے حالات نہیں ملے ۔مجھے بس منتشر قسم کے حالات ملے جس سے میں کچھ بھی نہیں کر پایا۔بس اللہ سے رحم کی اپیل ہے ۔وہی کچھ سکھا دے، کچھ پڑھا دے۔ اس قابل بنا دے کہ کسی کو کچھ سکھا دیں ،پڑھا دیں ۔وہی کچھ کر سکتا ہے۔

بڑی قسمت کی بات ہے، یہ بڑی مقدر کی بات ہے ۔جو انسان شروع سے اپنے ذہن کے ساتھ منسلک رہے اور اس میں کچھ ڈالنا چاہے اور ڈالتا رہے ۔یہ بڑی قسمت کی بات ہے ۔ماحول بڑا Count کرتا ہے ۔ہمیں ماحول ہی ایسے آدمیوں کا ملا ۔ایسے دو چار ہمارے اچھے لوگوں میں سے تھے کہ جو کوئی قرآن پڑھتا تو وہ کہتے کہ یہ تو مولوی بن گیا ہے۔ کوئی اگر قرآن پڑھتا تھا یا ایسی کوئی بات سیکھتا تھا تو اسے ایسی باتیں کرتے تھے کہ یہ تو مولوی بن گیا ہے وغیرہ وغیرہ ۔تو ایسی باتیں ہمیں وہاں سے دور کرنے کے لئے استعمال ہوتی گئیں تو ہم بھی اسی وقت دور ہی ہوتے گئے ۔کہتے: یہ تمہارا مولویوں کا کام ہے، یہ ہمارا کام نہیں، تم یہ کرو ۔یہ ایسی باتیں ہمارے سامنے ہمیں اکثر پیش آتی رہیں ۔

☆ بات چلی کہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے اپنے سلسلہ میں جن لوگوں کو قبول نہیں فرمایا ان میں ایک مولوی تھے ۔اس پر فرمایا:

بابا جی نے مولوی کا کہا کہ یہ مولوی اگر نہ ہوتے ، یہ جو ایک پولیس لگی ہے، یہ نہ ہوتے تو یہ جو لنگڑا لولا اسلام جو آپ کو نظر آتا ہے یہ بھی نہ ہوتا ۔بابا جیؒ نے صرف بولنے کی

وجہ سے کہ مولوی بولتا زیادہ ہے، اس انداز میں کہا کہ یہ تو مولوی ہے، بولتا زیادہ ہے۔ اس کے علم پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، کوئی برائی نہیں ہے اس میں اور کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ صرف کیونکہ وہ اپنی کہتا ہے، بولتا رہتا ہے، یہ بات آپؒ کو نہیں بھائی یا اچھی نہیں لگی۔ جب بابا جیؒ ماڈل ٹاؤن میں تھے تو ایک مولوی ملے تھے، مولوی امین صاحب۔ چھوٹے سے تھے۔ بڑا ان کے ساتھ مذاق بھی کرتے تھے۔ انہیں آفتاب خان صاحبؒ لے کے آئے تھے۔ اس کی بڑی قدر کرتے تھے اور باقاعدہ اجتماع میں اس سے مضمون پڑھایا کرتے تھے۔ یہ چھوٹے سے تھے مولوی امین صاحب۔ انہوں نے انصاری صاحب کو اپنی ہدایات کے مطابق ہم سے غسل دلوایا تھا۔ خود کھڑے ہوئے تھے کہ اب یہ کرو، اب یہ کرو۔ اپنی ہدایات کے تحت ہی بابا جیؒ کو ہم سے غسل دلوایا تھا۔

اس کا بڑا اچھا انداز گفتگو تھا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بات کرنا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ یا وہ تھے یا ہمارے رسالدار صاحبؒ کے صاحبزادے حافظ تنویر صاحبؒ تھے۔ اجتماع میں یہ ایک ایک مضمون پڑھا کرتے تھے۔ ان میں پورا پورا ایک سیشن ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایسا بولتے تھے بابا جیؒ بیٹھ کے بڑا غور سے سنا کرتے تھے۔ لگتا تھا کہ بڑا غور سے سن رہے ہیں۔ پتا نہیں باقی وہ کہاں ہوتے تھے، سنتے تھے یا نہیں۔

(آن لائن محفل مورخہ ۱۶ اپریل ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

مکتوباتِ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ

(مورخہ ۱۴ جون ۲۰۰۲ء از مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضیٰ صاحب۔ اسلام آباد)

آپ کا خط اور حلقہ فنڈ کے منی آرڈر موصول ہو گئے۔ مئی میں آپ کا حلقہ فنڈ نہ ملا تو میں سوچ رہا تھا کہ یاد دہانی کے لئے آپ کو خط لکھوں کہ میرے مرکز پر آ جانے سے اخراجات میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ برادران حلقہ اور نئے لوگوں کی آمد بھی رہتی ہے۔ اس لئے اجتماع پر بھائیوں کو تاکید کی گئی تھی کہ حلقہ فنڈ اہتمام کے ساتھ اکٹھا کیا جائے اور باقاعدگی کے ساتھ بھیجا جائے۔ آپ کو لکھنا تھا کہ راولپنڈی حلقہ نے کیوں کوتاہی کی ہے۔ جہاں پرانے اور پیارے بھائی ہیں۔ آپ اور رضا علی شاہ صاحب جیسے مخلص بھائی خادمانِ حلقہ ہیں۔ بہر حال فنڈ مل گیا۔ جزاک اللہ!

بھائیوں کو فنڈ کے لئے یاد دہانی کراتے رہا کریں۔ اگر چہ یہ فریضہ ناخوشگوار سا ہے لیکن خادمانِ حلقہ کو یہ خدمت بھی انجام دینا ہی پڑتی ہے۔ یاد دہانی سے یقینی فائدہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بھی قرآن کریم میں بار بار فرماتے ہیں کہ "یہ تو یاد دہانی (تذکرہ) ہے پس جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کی راہ اختیار کر لے"

یہاں مرکز میں پیروار کو حلقہ ذکر ہوتا ہے۔ لیکن یہ محفل ذکر مقامی بھائیوں کے لئے ہے۔ وحید کالونی سے چند احباب آ رہے ہیں۔ مزید رونق کے لئے گوجرانوالہ اور گکھڑ سے دو چار بھائی آ جاتے ہیں تا کہ ذکر اچھے طریقے سے ہو جائے۔ دور کے بھائیوں کو میں نے خود منع کر رکھا ہے۔ وہ لوگ اپنا مقامی حلقہ اٹینڈ کریں۔ یہاں مجھے ملنے کے لئے جس وقت جب جی چاہے آ ئیں۔ پہلی اتوار کا پروگرام بھی اب ختم کر دیا ہے۔ موسم کافی گرم ہو گیا تھا اور ظہر کے بعد واپسی

مشکل ہوگئی تھی ۔اس لئے بھائیوں نے کہا کہ فی الحال اسے ختم کر دیا جائے ۔ بھائی اپنی سہولت کے مطابق جس اتوار کو چاہیں آ جایا کریں ۔اور رزدیک والے بھائی صبح جلدی آیا کریں اور گیارہ بارہ بجے واپس جائیں تاکہ گرمی کی شدت سے پہلے اپنے گھروں تک پہنچ جائیں ۔

میری صحت الحمدللہ ٹھیک ہی ہے ۔دعا کرتے رہیں ۔اور میری طرف سے تمام برادران حلقہ اور خادمان حلقہ کو سلام کہہ دیں ۔مئی کا مجلّہ وقت پر چھپ نہ سکا ۔اب مئی اور جون کے دونوں مجلّے اکٹھے آئیں گے ۔عرفان صاحب اسلام آباد سے گکھڑ آئے ہوئے تھے ۔آج ہی واپس جائیں گے ۔اگر مجلّے تیار ہوئے تو وہ دستی لے جائیں گے ۔

روزانہ نفی اثبات کے ذکر کی تعداد بڑھا دیں ۔اگر ممکن ہو تو جہری ذکر کریں ۔ میں بھی توجہ کروں گا ۔انشاء اللہ کیفیات بہتر ہو جائیں گی ۔گھر میں بیگم صاحبہ اور بچے بچیوں کو پیار ۔

(مورخہ ۲۸ جون ۲۰۰۲ء از مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضیٰ صاحب ۔اسلام آباد)

آپ کا خط ملا ۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ حلقہ فنڈ اور تعمیر فنڈ کے بارے میں بھائیوں کو تحریک ملی اور بہتری کے آثار نظر آئے ۔موجودہ دور میں کسی بھی مسلک یا تحریک کو پھیلانے کے لئے ذرائع کا ہونا بہت ضروری ہے اس لئے اس کام کو سرگرمی کے ساتھ جاری رہنا چاہئے ۔اس طرح نو آمدہ بھائیوں کی تربیت بھی ہوتی ہے ۔ یہ بجا ہے کہ مہنگائی کا دور ہے لیکن اللہ والے اپنی ترجیحات رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں انہیں قلبی راحت ملتی ہے ۔مرکز کی جو صورتحال ہے اس سے نکلنے کے لئے جو مشاورت ہوئی ہے اس کا سرکلر لیٹر ساتھ ہی لف ہے ۔صاحب حیثیت بھائی ہمت سے کام لیں اور دوسرے بھائی بھی چار ماہ کی مدت میں کم از کم ایک ہزار روپے ضرور اس کار خیر میں جمع کرائیں ۔اللہ اس کا اجر یہاں بھی دے گا اور وہاں بھی ۔ جو مجبور اور مقدور ہیں ان سے نہ لیں ۔یہ آپ خود فیصلہ کریں گے ۔

محمد رمضان صاحب کا خط مجھے آیا ہے۔ ان کا ایڈریس تو وہی ہے لیکن ڈاکیہ بھی نیا آیا ہے اور مجلّہ پر ایڈریس امام باڑہ کی بجائے امام آباد لکھا جاتا رہا ہے۔ اب پتہ درست کرلیں گے اور رمضان صاحب اپنے محلّہ کے ڈاکیے کو بھی مل کر بتا دیں۔

آپ کے خط میں "خصوصی تعمیر فنڈ" کی تفصیل دی ہوئی تھی۔ اسی دوران محمد اقبال صاحب آئے تو انہوں نے ۔۔۔روپے اور ۔۔۔روپے ولی محمد صاحب کے نام کے مجھے دیئے۔ اس طرح میں نے ۔۔۔روپے کل وصول کئے ہیں۔

آپ کے خط میں ٹوٹل تعمیر فنڈ ۔۔۔درج تھا۔ اس فرق کو آپ یاد رکھیں اور اگلی قسط میں اسے درست کریں۔

حلقہ فنڈ کا منی آرڈر جب کیا کریں تو اس کے پیچھے تفصیل ضرور درج کیا کریں کہ مجلّہ فنڈ، تعمیر فنڈ اور کتابوں کی رقم کتنی کتنی ہے تاکہ میں ان مدات میں لکھ دیا کروں کیونکہ مہینہ گزر جانے کے آٹھ دس دن بعد میں اس ماہ کا کھاتہ بند کر کے حساب اکاؤنٹ بک میں درج کر دیتا ہوں۔ اب میں نے پچھلے ماہ کی ساری رقم تو حلقہ فنڈ میں لکھ دی تھی بلکہ اپریل والے ۔۔۔روپے جن میں سے ۔۔۔کی مدد کی تھی وہ بھی اسی ماہ میں دکھائی تھیں۔

اب جون کے فنڈ میں مجلّہ وغیرہ کی رقم علیحدہ لکھ لیں گے۔ ویسے تو کوئی فرق نہیں پڑتا، ہمارے اخراجات تو اکٹھے ہی ہوتے ہیں لیکن پھر بھی مختلف مدوں میں جو رقم اکٹھی ہوتی ہے اور خرچ ہوتی ہے اس کی صورت حال اس طرح بھائیوں کو معلوم ہو جاتی ہے۔ انتظامی معاملات میں ایسا کرنا ہی چاہئے۔ میری طرف سے تمام برادران کو سلام کہہ دیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے ذکر سے دلوں کا اطمینان عطا فرمائے اور سلسلہ کی تعلیم پر خود عمل کرنے اور اسے دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کے لئے اپنی تائید و نصرت سے نوازے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سب بھائیوں کے مالی تعاون کو شرف قبولیت بخشے اور جزائے خیر دے۔ آمین!

کرامات اور کشف کی حقیقت

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

دراصل قصہ یہ ہے کہ تصوف اور روحانی طاقت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہر وہ آدمی جو کرامتیں دکھائے ضروری نہیں کہ صوفی بھی ہو لیکن ہر کامل صوفی میں کرامات دکھانے کی طاقت ضرور ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ کرامات دکھائے نہ دکھائے۔ تصوف کا مقصد جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے اللہ اور مبداء و معاد کی حقیقت معلوم کرنا ہے اور اس مقصد تک پہنچنے کا راستہ نیکی، پارسائی و پاکبازی، تزکیہ اخلاق اور تصفیہ قلب ہے۔ لیکن روحانی طاقت حاصل کرنے کا مقصد صرف خرق عادات یعنی کرامات کا حصول ہے اور اس کے لیے کسی خاص نیکی، پارسائی، اخلاق حسنہ اور عبادت کی ضرورت نہیں۔ یہ طاقت تو ایسی چند مشقوں اور ریاضتوں سے پیدا ہو سکتی ہے جیسی کہ ہندوؤں کے یوگ میں کی جاتی ہیں۔ اس طاقت کو حاصل کرنے کے لیے صرف دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک ارتکاز خیال (کنسنٹریشن) دوسری قوت ارادی (ول پاور) یہ دو باتیں جس کسی میں بھی کمال کے درجے تک پیدا ہو جائیں اسی سے کرامتیں سرزد ہونے لگتی ہیں اور یہ دو باتیں چند خاص مشقوں سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

زیادہ آسانی سے سمجھانے کے لیے آپ کو مسمریزم اور ہپناٹزم کا حوالہ دیتا ہوں۔ آپ لوگوں میں سے جس نے بھی کسی اچھے مسمرائزر یا ہپناٹسٹ کے کمالات دیکھے ہیں وہ خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ کیسے عجیب عجیب کرتب دکھا سکتے ہیں۔ ایک معمولی سا کرتب تو یہ ہے کہ کسی کمزور قوت ارادی والے بچے پر اپنی قوت ارادی سے غنودگی یا نیند طاری کر دیتے ہیں جو

اصطلاح میں قوت مقناطیسی کہلاتی ہے۔ جب ان کا معمول بے ہوش ہو جاتا ہے (یا سو جاتا ہے) تو اس سے طرح طرح کے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر سوال کا بالکل صحیح جواب دیتا ہے۔ لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ معمول صرف انہی باتوں کے صحیح جواب دے سکتا ہے جو عامل یعنی مسمریزم کرنے والا خود جانتا ہو اس کے علاوہ یہ لوگ اکثر امراض کا علاج بھی کرتے ہیں جو روحانی طریقہ علاج کہلاتا ہے۔ یہ مرض کو اپنی قوت ارادی سے سلب کر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ علاج آج کل یورپ میں بہت مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور سائنسدان ہپناٹزم کی اس طاقت سے حیران ہیں۔ حتیٰ کہ امریکہ کے مشہور زمانہ فلاسفر ولیم جیمز نے اپنی تحریروں میں جابجا اس طریقہ علاج کا بڑی شدومد سے ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہپناٹسٹ اور بھی کئی کمالات دکھاتے ہیں۔ مثلاً ٹرانس فارمیشن آف تھاٹس (انتقال خیال اپنے دماغ سے دوسرے کے دماغ میں) خواہ وہ آدمی نزدیک اور سامنے ہو یا دور کہیں فاصلے پر ہو اسی کو ٹیلی پیتھی بھی کہتے ہیں۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ یہ ہپناٹسٹ مادی ٹھوس چیزوں کی طرف نظر جما کر اشارہ کرتے ہیں اور وہ چیزیں ان کی طرف سرکنے لگتی ہیں۔ مگر یہ عمل زیادہ وزنی چیزوں پر نہیں کر سکتے صرف ہلکی پھلکی چیزوں پر کر سکتے ہیں۔ مثلاً قلم، پنسل، ماچس بکس اور گلاس وغیرہ۔

مسمریزم اور ہپناٹزم کی طاقت زیادہ ہو جائے تو آدمی مردوں کی روحوں کو دیکھنے اور بلانے پر بھی قادر ہو جاتا ہے۔ بعض اشخاص میں یہ طاقت قدرتی اور پیدائشی ہوتی ہے یہ لوگ اصطلاح میں میڈیم کہلاتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ میں بہت سی جماعتیں ہیں جو یہی کام کرتی ہیں یہ جماعتیں سپر یچول سوسائٹیز کہلاتی ہیں۔ لوگ مرے ہوئے انسانوں کی روحوں کو بلا لیتے ہیں اور ان سے طرح

طرح کے سوالات کر کے بڑی اہم معلومات حاصل کرتے ہیں۔لوگوں کو ان کے رشتہ داروں کی روحوں سے ملاتے ہیں' روحوں کے فوٹو لیتے ہیں' ڈاکٹروں کی روحوں کو بلا کر بیماروں کے امراض' تشخیص اور ردوا تجویز کراتے ہیں۔ ہمارے ہاں مشرق میں بھی ایک ایسا ہی علم موجود تھا جو حاضرات کہلاتا تھا۔اب اس کے جاننے والے مفقود ہیں۔البتہ دھو کے باز مدعی بہت ہیں جو طرح طرح سے لوگوں کو فریب دے کر ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

الغرض یہ علوم ہیں جو خاص طریقوں پر عمل کرنے سے ہر آدمی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ مگر تصوف سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔نہ ان کے لیے کسی خاص پارسائی' تقویٰ اور عبادت وعقائد کی ضرورت ہے۔ ہمارے اکثر پیر اور فقیر بھی مخصوص مشقیں کر کے یہ طاقتیں حاصل کر لیتے ہیں اور عوام پر اپنی ولایت کا رعب ڈالتے ہیں۔ میں بذات خود ایسے کئی مشہور پیروں سے واقف ہوں۔ ہمارے ان پیروں اور یورپ کے لوگوں میں یہ فرق ہے کہ یورپ والے یہ سب کچھ بدرجہ کمال حاصل کرنے کے باوجود ولایت کا دعویٰ نہیں کرتے۔اپنے آپ کو سپر یچولسٹ ہی کہتے اور ظاہر کرتے ہیں اور ہمارے ہاں ہر وہ شخص جس میں تھوڑی سی بھی یہ طاقت پیدا ہو جائے وہ ولایت سے ادھر تو رکتا ہی نہیں۔بس چلے تو نبوت کا دعویٰ بھی کر بیٹھے۔

میرے خیال میں متذکرہ صدر بیانات سے ان کرامات کی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہو گی اب میں کچھ تھوڑا سا حال کشف کا بھی بیان کیے دیتا ہوں۔ دراصل گزشتہ یا آئندہ واقعات کو معلوم کرنے کی جستجو انسان کو شاید ابتدائے آفرینش ہی سے رہی ہے۔ چنانچہ عہد عتیق میں ایسے کئی علوم پیدا ہوئے اور آج تک موجود ہیں جو انسان کا ماضی یا مستقبل بتا سکتے ہیں۔ان میں سے نجوم' رمل' جفر' علم قیافہ اور علم الید بہت مشہور ہیں۔

اب ہمارے جعلی پیروں میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جو ان میں سے کسی علم خصوصاً

نجوم میں مہارت تامہ حاصل کر لیتے ہیں۔اب جو کوئی ان سے ملنے آتا ہے تو وقت اور ساعت دیکھ کر اور کبھی کبھی اس کا نام معلوم کر کے نجوم کے ذریعہ اس کی دو چار گزشتہ باتیں بتا دیتے ہیں اور سننے والا لامحالہ ان کا معتقد ہو جاتا ہے۔اس کے بعد پیر صاحب مستقبل کے متعلق جو کچھ بھی بتائیں خواہ وہ غلط ہو یا صحیح وہ شخص خواہ مخواہ یقین کر لیتا ہے۔بعض آدمی جو ستارہ سہیل کی ساعت میں پیدا ہوتے ہیں ان میں یہ طاقت فطرتی ہوتی ہے جو کچھ ان کے منہ سے نکل جاتا ہے اکثر صحیح ہوتا ہے بعض پیر نفسیات اور قیافہ کی مدد سے دو چار اگلی پچھلی باتیں بتا دیتے ہیں۔بعض نہایت چالاک لوگ جو ہپناٹزم میں اچھی طرح مہارت رکھتے ہیں یہ چالاکی کرتے ہیں کہ اپنی قوت ارادی سے سائل کے دل میں کوئی سوال خود ہی پیدا کر دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ تمہارے دل میں یہ خیال یا یہ سوال ہے اب وہ بے چارہ معتقد نہ ہو تو کیا ہو۔یہ تو تھیں عقل والوں اور سیانوں کی باتیں کشف تو پاگلوں اور مجذوبوں کو بھی ہوتا ہے اور بہت زیادہ ہوتا ہے یہ بھی پچھلی اور اگلی باتیں ہوتی ہیں۔

میرے مشاہدے میں اس سے بھی زیادہ حیران کن باتیں آئی ہیں میں نے ایک چھ سال کی لڑکی کو دیکھا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ اس کے سر پر جن آتا ہے۔اس لڑکی پر جب دورہ پڑتا اور وہ نیم بے ہوش ہو جاتی تھی تو اکثر سوالات کا بالکل صحیح جواب دے دیتی تھی۔سب سے عجیب بات یہ تھی کہ آپ جہاں سے کہیں وہی سے قرآن شریف سنانا شروع کر دیتی اور رکوع پر رکوع سناتی چلی جاتی حالانکہ وہ الف بے تے بھی نہیں جانتی تھی۔اسی طرح میں نے ایک ۱۸ سالہ لڑکا دیکھا کہ اس پر جب اسی قسم کا دورہ پڑتا تو انگریزی میں فصیح و بلیغ تقریر کرنے لگتا۔

الغرض! جس کو تحقیق کا شوق ہو اور وہ تفتیش و تحقیق کرے تو ایسے کئی واقعات بچشم خود

دیکھ سکتا ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے ان باتوں کی نفسیاتی وجہ نہ تو کسی ماہر نفسیات کو معلوم ہے نہ کوئی فلاسفر' سائنسدان یا عالم دین جانتا ہے' نہ ہمارے صوفیاء اور اولیائے کرام ہی نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ میں نے بھی تکمیل فقر کے بعد سالہا سال اس کی تحقیق پر صرف کیے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن جب نیوٹن پر کشش ثقل کا راز منکشف ہو سکتا ہے تو میں کیوں محروم رہتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کا کچھ راز مجھ پر منکشف کر دیا جو میں آپ کو بھی بتائے دیتا ہوں لیکن اس بات کا ذمہ نہیں لیتا کہ آپ سمجھ بھی جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک بہت ہی عجیب وغریب مخلوق ہے اور اس میں ایسی ایسی مادی' ملکوتی' جبروتی اور لاہوتی طاقتیں پنہاں ہیں جو خود اس کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ ان میں سے کچھ طاقتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں کچھ ہو رہی ہیں اور کچھ آئندہ ہوں گی اور ممکن ہے کہ کچھ طاقتیں قیامت کے دن ہی ظاہر ہوں۔ یوں تو انسانی جسم کا ایک ایک عضو' ایک ایک رگ' بلکہ ایک ایک ذرہ کرشمہ قدرت کا طلسمات خانہ ہے لیکن سب سے زیادہ عجیب اس کا دماغ ہے۔ انسان سے جتنے بھی نوادرات ظاہر ہوتے ہیں ان سب کا ماخذ دماغ ہی ہے۔ ماہرین نفسیات نے اگرچہ انسانی دماغ کی مادی ساخت کے متعلق بہت کچھ علم حاصل کر لیا ہے لیکن وہ غیر مادی قوتیں جو ظہور پذیر ہو کر اس کے ارادے اور تخیل کو وجود ظاہری یا مادی بخشتی ہیں ان کا مکمل حال نہ اب تک کسی فلاسفر کو معلوم ہو سکا ہے نہ کسی ماہر نفسیات کو۔ ان میں سے خاص خاص قوتیں یہ ہیں:

ارادہ' خیال' تصور' احساس' حزن و مسرت اور وہ کوائف جن کا تجربہ صرف شاعروں' مفکروں اور اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ فلسفہ میں ان کو مائنڈ یا ذہن کی قوتیں کہتے ہیں۔ تصوف میں ان کا نام لطائف ہے۔ مگر تصوف میں کچھ اور لطیفے بھی ہیں جیسے قلب' سر' خفی' اخفیٰ'

نفس، عقل اور روح ان کے علاوہ چند اور لطیفے بھی ہیں جن کے لیے ابھی تک کسی زبان میں کوئی نام نہیں ہے۔ایک کامل صوفی ان سب کی حقیقت اور ماہیت کو کم و بیش ضرور جانتا ہے اور جب تک ان سب کا تھوڑا بہت علم نہ ہو کشف و کرامات کے صدور کی اصل حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔اس چھوٹے سے خطبہ اور ذرا سے وقت میں ان سب کی پوری تفصیل بیان کرنا تو ناممکن ہے۔صرف اتنا بتایا جا سکتا ہے کہ جیسا کہ ماہرین نفسیات کہتے ہیں انسانی دماغ کے دو حصے ہیں ایک شعور سے متعلق ہے دوسرا لاشعور سے (شعور کیا ہے اور لاشعور کیا۔یہ بات بھی بہت وضاحت طلب ہے لیکن یہاں اس کی بھی گنجائش نہیں)اب ہوتا یہ ہے کہ جب شعور غائب یا فنا ہو جاتا ہے یعنی جب حواس ظاہری کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو لاشعور جاگ اٹھتا ہے اور اس کا تعلق عالم روحانی یعنی طبقات ملکوت، جبروت، لاہوت، ہاہوت اور ھو وغیرہ سے قائم ہو جاتا ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ جو واقعات اس عالم مادی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں ان سب کی تحریک اور روحانی تعمیر عالم قضا و قدر میں ہوتی ہے اور وہاں سے متذکرہ بالا عوالم میں تنزل کرتی ہوئی اس عالم مادی میں ظہور پذیر اور متشکل ہو کر ظاہری حواس کے ذریعہ انسان کے علم میں آتی ہے۔اس لیے جس آدمی کا لاشعور بیدار ہونے کی وجہ سے ان عوالم سے متعلق ہوتا ہے آئندہ ہونے والے کچھ واقعات اس کے لاشعور پر منعکس ہو جاتے ہیں اور ایک کیفیت بے خودی میں اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ فلاں بات ہونے والی ہے۔یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس شخص کو تمام عالم روحانی کا ہر واقعہ یا ہر بات معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کی روح کو اپنے جس قدر ماحول کا علم ہوتا ہے صرف اتنے ہی حصہ میں سے تنزل کرنے والے واقعات معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ امر کہ کسی روح کا ماحول کتنا وسیع ہے اس کی لطافت اور طاقت پر منحصر ہے۔

الغرض! اس طرح وہ باتیں جو اس دنیا میں کچھ وقت بعد ظاہر ہونے والی ہیں اس کو پہلے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ یہی کشف کہلاتا ہے۔ پاگلوں اور مجذوبوں سے جو کشف کی باتیں ظاہر ہوتی ہیں ان کا سبب بھی یہی ہے کہ ان کے حواس ظاہری معطل اور لاشعور بیدار ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا لاشعور ہر وقت ہی بیدار رہتا ہے۔ ہرگز نہیں صرف کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے اوپر جو واقعہ قرآن پڑھنے والی لڑکی اور انگریزی بولنے والے لڑکے کا بیان کیا گیا ہے اس کی توضیح بھی یہی ہے چونکہ یہ لڑکی اور لڑکا اس وقت عالم بے ہوشی میں ہوتے تھے اور ان کے ظاہری حواس معطل ہو جاتے تھے اس لیے ان کا لاشعور جاگ اٹھتا تھا۔ اس حالت میں اس لڑکی کی روح کا تعلق کسی مردہ یا زندہ حافظ قرآن کی روح سے عارضی طور پر قائم ہو جاتا تھا اور وہ قرآن پڑھنے لگتی تھی۔ اسی طرح لڑکے کی روح کسی انگریزی خواں کی روح سے پیوستہ ہو جاتی تھی اور وہ انگریزی بولنے لگتا تھا۔

یہ باتیں میں نے اپنی طرف سے تو نہایت آسان اور سادہ زبان میں زیادہ سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کی ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ ہمارے حلقہ کے ان چند حضرات کو چھوڑ کر جنہوں نے تعمیر ملت کو بہت غور و خوض سے پڑھا اور سمجھا ہے اور کسی کی سمجھ میں اچھی طرح نہ آئی ہوں گی۔ اس معاملہ میں میں مجبور محض اور معذور ہوں۔ مشکل یہ ہے کہ روحانیت کے متعلق جتنی چیزوں کا حال ہم کو بیان کرنا پڑتا ہے ان کی نہ تو کوئی مثال اس عالم مادی میں موجود ہے نہ ہماری کسی زبان میں ان کے کما حقہ اظہار کے لیے مناسب الفاظ موجود ہیں۔ پڑھنے یا سننے سے یہ حقیقت ہرگز سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ کسی نے خوب کہا ہے:

محبت سمجھی جا سکتی ہے سمجھائی نہیں جاتی

بالکل یہی بات لطائف روحانی پر بھی صادق آتی ہے اور سچ پوچھو تو محبت بھی ایک

لطیفہ روحانی ہے۔اس وقت مجھے حضرت مولانا رومؒ کا ایک شعر یاد آیا۔فرماتے ہیں:

چشم بند و گوش بند و لب بند

گر نہ بینی سر حق برمن بہ خند

یعنی آنکھ منہ اور کان بند کر لے اگر اس پر بھی رازِ حق تجھ کو نہ معلوم ہو سکے تو جتنا دل چاہے میرا مذاق اڑانا۔یہاں آنکھ منہ اور کان بند کرنے سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ ہاتھوں سے ان کو بند کرلو۔آنکھوں پر پٹی باندھ لو کانوں میں روئی ٹھونس لو ہونٹوں کو گوند سے چپکا لو جیسا کہ ہمارے بہت سے سالک کیا کرتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کامل نفی کرنا سیکھو تا کہ تمہارے یہ حواس معطل ہو جائیں اور تم عالم روحانی کے اسرار ربانی کا مشاہدہ کرسکو۔

امید ہے کہ اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ کشف و کرامات کے صدور کا اصل سبب کیا ہے۔اگر یہ سب کچھ آپ کی سمجھ میں نہ آیا ہو تب بھی اتنا یقین تو ضرور آ گیا ہوگا کہ صرف کشف و کرامات کی وجہ سے کسی کو ولی اللہ ہرگز نہ ماننا چاہیے۔اولیاء اللہ میں بھی یہ طاقت ارتکاز خیال اور قوت ارادی ہی سے پیدا ہوتی ہے۔لیکن ان کا طریقہ کار کچھ اور ہوتا ہے اور جتنی یہ طاقت ان میں ہوتی ہے نہ کسی مسمرائزر اور ہپناٹسٹ میں ہوتی ہے نہ کسی یوگی اور جوگی میں۔ان کے لیے یہ سب کچھ بہت معمولی باتیں ہیں اور ان میں یہ طاقت بالکل ابتدا ہی میں پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن ان کا مقصود چونکہ اللہ کی معرفت ہے اس لیے وہ اپنا وقت ان پر خراب نہیں کرتے۔تصوف کے جو مبتدی اس طاقت پر نازاں ہو کر یہ تماشے دکھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے نامراد رہ جاتے ہیں۔عوام چونکہ کرامتوں کے بہت معتقد ہوتے ہیں اس لیے پہلے زمانے کے اولیاء لوگوں کو مسلمان بنانے کے لیے کرامتیں دکھایا کرتے تھے۔لیکن اس زمانہ میں سائنسی ایجادات و اکتشافات کی وجہ

سے چھوٹی موٹی کرامتوں کی کوئی قدر اہل علم کی نظر میں نہیں ہے وہ ان باتوں کو شعبدہ بازی سمجھتے ہیں۔ مثلاً ان سے کہو کہ فلاں بزرگ ہوا میں اڑ سکتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تو اکیلا ہی اڑتا ہے ہمارے ہوائی جہاز تو سینکڑوں آدمیوں اور ہزاروں من بوجھ کو اڑا لے جاتے ہیں۔

میں نے ایک انگریز سے کہا کہ ہمارے اولیاء اللہ اپنی آواز ہزاروں میل دور پہنچا سکتے ہیں تو وہ کہنے لگا کہ یہ تو کوئی بات نہیں۔ ہمارے وائرلیس تو ہماری آواز ستاروں تک پہنچاتے اور وہاں کی آوازیں سن سکتے ہیں۔" اسی طرح ایک دفعہ ایک مجلس میں ذکر آیا کہ فلاں بزرگ پانی پر اس طرح چلتے تھے کہ جیسے ہم خشکی پر چلتے ہیں۔" تو ایک دوست بولے کہ "وہ تو اکیلے ہی دریا پار کرتے تھے۔ ایک ہندو سیٹھ اس دریا پر پل بنوا دے اور روزانہ ہزاروں آدمی اور لاکھوں من بوجھ پل کے ذریعہ دریا پار کر جائے تو معاشرہ کے لیے کون زیادہ مفید اور زیادہ قابل قدر رہے۔ وہ بزرگ جو اکیلا دریا کو پار کرتا ہے یا وہ ہندو جس کی وجہ سے خلق خدا کو اتنا آرام ملتا ہے۔" قصہ مختصر مغربی تعلیم یافتہ کرامات وغیرہ کی کوئی خاص قدر نہیں کرتے آج کل تو علم وعمل کا زمانہ ہے اور یہ لوگ پر کیف وسکون اور راحت ومسرت سے بھرپور زندگی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ لیکن یہ دولت حصول روحانیت کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔

لہٰذا ان کو تصوف کی وہ اعلیٰ تعلیم دینی چاہیے جو کشف وکرامات کی شعبدہ بازی سے بلند وبرتر ہو اور ان کی دنیا کو جنت بنا دے۔

اسلامی روحانیت

(قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی قوتیں عطاء کر رکھی ہیں وہ انسان کی بہتری کے لیے ہی ہیں ان تمام قوتوں کو اس ڈھنگ سے استعمال کرنا کہ فائدہ زیادہ سے زیادہ اور نقصان کم سے کم ہو، انسان کی کامیابی کی راہ ہے۔اللہ کی دی ہوئی شریعت کسی بھی قوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ تعمیری کام لینا چاہتی ہے۔وہ خواہشات اور جذبات کو مٹانے کی بجائے انہیں حدود و قیود میں رکھنے کا حکم دیتی ہے۔وہ مومن کو یہ بتاتی ہے کہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے بلکہ تیرے گھر آئے ہوئے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے اور ساتھ ہی تفصیلی ہدایات بھی دیتی ہے کہ یہ حقوق کیا ہیں اور انہیں ادا کرنے کا احسن طریقہ کیا ہے۔ان حقوق کے ادا کرنے پر بھی روحانی ترقی کا انحصار ہے۔

اللہ کے دین کی تعلیم اس قدر متوازن ہے کہ بنی نوع انسان کے لیے ازسرتاپا خیر ہی خیر بن گئی ہے۔روحانیت کے حصول کے جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ ہر قسم کی افراط و تفریط سے پاک ہیں۔اسلام میں روحانی ترقی اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے یہ تعلیم ہرگز نہیں دی جاتی کہ اپنے جسم کو مسلسل فاقوں اور چلہ کشی کی مشقتوں سے کمزور اور بے کار بنادو، مسلسل روزے رکھو، ساری رات نوافل پڑھنے میں گزار دو، شادی نہ کرو، چپ کے روزے رکھو، ننگے رہو، دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بیٹھو یا حبس دم کی

ریاضتوں میں پڑ کر سانس لینا بھی بند کردو۔

اسلام اس دنیا میں رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا ایسا لائحہ عمل عطا کرتا ہے جس پر عمل کیا جائے تو انسان دنیا کی تمام لذتوں سے متمتع ہوتے ہوئے اور تمام حقوق احسن طریقے سے ادا کرتے ہوئے اللہ کے انتہائی قرب کی منازل تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کے چند صحابہؓ نے اللہ کی رضا کے حصول اور روحانی ترقی کے شوق میں شادی نہ کرنے، ساری رات اللہ کی عبادت کرنے اور مسلسل روزے رکھنے کا ارادہ کرلیا۔ آپ ﷺ کو ان کے ارادوں کے بارے میں اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان اصحاب کو طلب کر کے پوچھا کہ تم نے ایسا ایسا ارادہ کیا! انہوں نے اس امر کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اس طرز زندگی سے روکتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا شادی نہ کرنے سے حاصل ہوسکتی تو اس پر سب سے پہلے میں عمل کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میری بیویاں بھی ہیں اور میرے بچے بھی ہیں۔ اگر اللہ کا قرب ساری رات جاگ کر نوافل ادا کرنے سے حاصل ہوسکتا تو سب سے پہلے میں یہ کام کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں رات کو سوتا بھی ہوں اور پچھلی شب اٹھ کر تہجد بھی ادا کرتا ہوں۔ اگر اللہ کی محبت مسلسل روزے رکھنے سے مل سکتی تو سب سے پہلے میں اس پر عمل کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں میں نفلی روزے رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ کیا تمہیں میرا طریقہ پسند نہیں ہے؟

اسلام میں جس طرح دوسری نعمتوں اور مال و دولت کے حصول کے لیے قواعد و ضوابط مقرر ہیں اور حلال و حرام کی پابندیاں عائد ہیں اسی طرح روحانیت کے حصول کی خاطر رہبانیت اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ دنیا کی دولت بھی ایک نعمت ہے لیکن زیادہ دولت اکٹھی کرنے کے لیے جس طرح ناجائز ذرائع اختیار کرنا جرم ہے اسی طرح زیادہ ترقی

حاصل کرنے کی خاطر دنیا کو ترک کر دینا حرام قرار دیا گیا ہے کیوں کہ رہبانیت سے نہ صرف اپنے نفس کے حقوق ضائع ہوتے ہیں بلکہ معاشرہ کے حقوق بھی تلف ہوتے ہیں اور دنیا کے نظام میں فساد پیدا ہوتا ہے۔

جیسا کہ حیات ارضی کے باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ دنیا کی زندگی بڑی اہمیت کی حامل ہے، اسے آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے۔ہم یہاں محنت کر کے جو کچھ بوئیں گے آخرت کی زندگی میں اسی کی فصل کاٹیں گے۔اگر ہم کھیتی کو نظر انداز کر کے اور کاشت کے کام کو ترک کر کے یہ زندگی کسی خانقاہ میں بیٹھ کر مراقبوں، چلوں اور گیان دھیان میں ہی گزار دیں تو اس زندگی میں کیا صلہ پائیں گے۔قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے صرف اس لئے ہے کہ انسان کو اللہ کے عطا کردہ خلافت ارضی کے منصب کے لیے تیار کیا جائے تاکہ وہ یہاں کی تمام مادی اور غیر مادی قوتوں کو تسخیر کر کے ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکے اور اللہ تعالی نے جو اسے علمی فضیلت عطا کر رکھی ہے اسے بروئے کار لا کر اللہ تعالی کی معرفت کے سفر میں آگے بڑھتا چلا جائے اور اللہ تعالی کا قرب اور دیدار حاصل کر سکے۔ جس انسان کو اللہ تعالی نے مسجود ملائک بنایا اگر وہ زمینی قوتوں کو زیر فرمان لانے کے لیے جدوجہد ہی نہ کرے یا انہیں اپنی اطاعت میں لگانے میں ناکام رہے تو اسے ربّ العالمین کی خوشنودی کیونکر حاصل ہو سکے گی۔ اس لیے اللہ کا دین نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس میں غرق ہو جانے کو پسند کرتا ہے بلکہ ایک متوازن اور حقیقی کامیابی کا ضامن لائحہ عمل عطا کرتا ہے اور اس روحانیت کی تعلیم دیتا ہے جس میں اللہ کا عطا کردہ جوہر ناروا مشقتوں میں پڑے بغیر، قلیل مدت میں ہی اپنے کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ یہ مسلک اللہ کے قرب و رضا کو مقصود حیات قرار دے کر کائنات کو تسخیر اور انسانیت کی

خدمت کرنے کا ہے۔مادی دنیا کی تعمیر و تسخیر اور اختراعات وایجادات کی جدوجہد میں مومن کا جھپٹنا پلٹنا بھی خون گرم رکھنے کے لیے ہوتا ہے تا کہ منزل کبریا کی طرف اس کی پرواز میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہ ہو۔اس سفر میں مومن کے کمالات کی حد برق و بخارات سے چلنے والی مشینوں پر ہی ختم نہیں ہوجاتی بلکہ جمادات، نباتات اور حیوانات اور دیگر مادی قوتوں پر تصرف حاصل کرنے کے بعد مزید آگے بڑھ کر روحانی لطافت کے ذریعے زمان و مکان پر دسترس حاصل کرلیتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق رکھنے کی بنا پر مومن آفاق میں گم نہیں ہوجاتا بلکہ آفاق اس کے قلب کی وسعت میں گم ہوجاتے ہیں۔مومن جب اللہ کے نور سے دیکھنے لگ جاتا ہے تو وہ زمان و مکاں کی حدوں کو پھلانگ جاتا ہے اور اس کے لیے دور و نزدیک اور ماضی و مستقبل سب سمٹ کر ایک نقطہ بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ مومن میں اللہ کی صفات کا رنگ جھلکنے لگتا ہے، جس طرح لوہے کا ایک ٹکڑا آگ کی بھٹی میں تپ کر سراپا آگ بن جاتا ہے۔آگ کی حرارت اس کے ذرے ذرے کے اندر سرایت کرجاتی ہے تو وہ صورت اور سیرت میں آگ ہی بن جاتا ہے۔وہ دکھائی بھی آگ کی طرح دیتا ہے اور جلاتا بھی آگ کی طرح ہے۔اس کیفیت کو وحدت الوجود کا دھندا نہ بنایا جائے کیونکہ لوہا آتش صفت ہوتے ہوئے بھی لوہا ہی رہتا ہے۔الغرض بندہ مومن شدت محبت سے مولا صفات بن جاتا ہے۔اللہ کے آخری رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ایک حدیث قدسی ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو علم لدنی یعنی اپنی طرف سے خصوصی علم

اور اپنے فضل سے ایسی روحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے کہ عام انسانوں کے لیے ان کو سمجھنا یا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان خاص الخاص بندوں کا ذکر جا بجا فرمایا ہے اور اپنے فضل سے جو معجزات اور نعمتیں انہیں عطا فرمائیں ان کا اجمالی نقشہ اس طرح ابھرتا ہے کہ ان کی فرماں روائی انسانوں کے علاوہ جنگلی درندوں، آبی و ہوائی جانوروں اور جنات تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہوا کو ان کے لیے مسخر کردیا گیا تھا۔ وہ ان کے حکم پر چلتی اور ان کا تخت ہوا کے دوش پر سفر کرتا تھا۔ وہ چیونٹیوں اور پرندوں کی زبان سمجھتے اور ان سے گفتگو کر سکتے تھے۔ وہ دور دراز مقامات سے بڑے وزنی مادی اجسام کو روحانی قوت کے بل بوتے پر پلک جھپکنے میں لا حاضر کرنے پر قادر تھے۔ ان کی نظریں تحت زمین اور عرش بریں دونوں کا مشاہدہ کرسکتی تھیں۔ وہ ماضی اور مستقبل کے اندر جھانک کر ازلی و ابدی حقائق سے آشنا ہو سکتے تھے۔ ان کی دعا سے آسمان سے من و سلویٰ نازل ہوتا اور دھوپ سے بچانے کے لیے بادلوں کے سائبان ان کے سروں پر سایہ مہیا کرتے۔ ان کا عصا ان کے ارادہ کے تحت اژدہا بن جاتا اور جب اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو پھر عصا کی صورت اختیار کر لیتا۔ ان کے عصا کی ضرب سے پتھروں سے چشمے جاری ہوجاتے اور دریا کا پانی رک جاتا۔ ان کی خدمت میں بے موسم کے پھل پیش کیے جاتے۔ انہیں خوابوں کی تعبیر اور کئی دوسرے سرّی علوم عطا کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کا نفاذ ان کے ہاتھوں سے کراتا۔ وہ عجوبہ روزگار بزرگ کہیں یتیم کی کشتی توڑ کر کسی معصوم جان کو قتل کر کے اور کبھی کسی مومن کے یتیم بچوں کے خزانے کی حفاظت کی خاطر دیوار تعمیر کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ اللہ کے اذن سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھیوں کو اپنے مبارک ہاتھوں کے لمس سے شفایاب کرنے اور مردوں کو زندہ کردینے پر قادر تھے۔

وہ مٹی سے پرندوں کی مورت بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ سچ مچ کے پرندے بن کر اڑ جاتے۔ تمام جمادات، نباتات اور حیوانات ان کو پہچانتے، ان کو سلام کرتے اور ان کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ ان کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ان کے چہرے کے تاثر سے قبلے کا رخ بدل دیا گیا۔ انہیں زمین و آسمان، جنت و دوزخ اور کرسی و عرش کے عجائبات کی سیر کرائی گئی اور مکالمہ اور قرب و دیدار سے مشرف فرمایا۔ زمین کے خزانوں کی چابیاں انہیں عطا کی گئیں۔ ان کے لعاب دہن کی برکت اور شیرینی نے سوکھے چشموں کو جاری اور کھارے پانی کو میٹھا کر دیا اور کھانے کی تھوڑی مقدار سے سینکڑوں آدمیوں کی سیری ہو گئی۔ لعاب دہن نے جب مسیحائی کی تو سانپ کے زہر کا اثر زائل ہو گیا، آشوب چشم دور ہو گیا۔ تلواروں کے زخم بھر گئے اور آنکھ سے باہر نکلا ہوا ڈھیلا پھر سے پیوست ہو کر پہلے سے بھی زیادہ روشن بصر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر ان کی ہیبت طاری کر دی اور میدان جنگ میں ان کی مدد کے لیے گھڑ سوار فرشتے نازل کیے گئے۔ ان کے قدموں میں بیٹھنے والے مساکین کو دنیا کی امامت و سیادت عطا ہوئی اور ان کے نامہ مبارک پھاڑ دینے والے مغرور شہنشاہ کی سلطنت کے پرزے اڑا دیئے گئے۔ ان کی مخالفت میں کھڑے ہونے والے تمام نمرود، فرعون، قارون، ہامان، ابوجہل اور ان کے بھائی بند اپنی طاقت اور لاؤ لشکر کے باوجود اللہ کے شدید عذاب کی گرفت میں آ کر عبرت ناک انجام کو پہنچے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے تحریری حکم پر دریاؤں میں طغیانی آ جاتی ہے اور وہ درندوں کو حکم دے کر جنگل خالی کرا لیتے ہیں۔ وہ ہزاروں میل دور لڑنے والے مجاہدین کو گھر بیٹھے دیکھ لیتے اور وہیں سے ہدایات بھی جاری کر دیتے ہیں۔ المختصر یہ اسلامی روحانیت کی برکتوں اور کرشمہ سازیوں کا ایک خاکہ ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں بٹھا لیں کہ اتنی عظیم روحانی طاقتوں کے مالک اور اللہ تعالیٰ کے

منتخب اور مقرب بندے کسی لحاظ سے بھی تارک دنیا ہرگز نہیں تھے۔تقریباً سبھی نے بھرپور دنیوی زندگی بسر کی، کام کاج کیے، شادیاں کیں اور صاحب اولاد ہوئے۔ ان میں بھیڑ بکریاں چرانے والے، بڑھئی، کاشت کار، طبیب، کپڑا بننے والے، لوہے اور تانبے کی صنعت کے ماہرین، تاجر، زمین کے خزانوں اور معاشیات کے ماہر، بڑے بڑے ہیکل اور محل بنانے والے ماہر تعمیرات، پہاڑوں کی گھاٹیوں کو لوہے کی دیوار سے پاٹ دینے والے انجینئر اور بڑے بڑے فاتحین اور حکمران بھی تھے بلکہ بہت سے علوم اور صنعتوں کی ابتداء ان بزرگ ہستیوں کے ساتھ ہی منسوب کی جاتی ہے۔

یہی حقیقی روحانیت کی راہ ہے اور اسی پر چل کر انسان اپنا مقصود حیات حاصل کرسکتا ہے۔

علامہ اقبالؒ مومن کی فقیری کا رنگ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقر مومن چیست ؟ تسخیر جہات
بندہ از تاثیر او مولا صفات
ہستی او بے جہات اندر جہات
او حریم و در طوافش کائنات

"تمہیں کچھ خبر ہے کہ مومن کا فقر کیا ہے۔اس کا ہدف تو ہر چیز کو مسخر کرلینا ہے۔ اس جدوجہد اور اللہ کے قرب کے نتیجے میں اس میں اللہ کی صفات کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔ مومن اگرچہ دنیائے رنگ و بو جہان شش جہات میں گھرا ہوا ہے لیکن اس کی اپنی حقیقت ان حدود سے ماوراء ہے۔وہ خاک کا لباس پہنے ہوئے ضرور ہے لیکن خاک سے پیوستہ نہیں ہے یہ ساری کائنات مادی ہے لیکن مومن کی اصل عالم امر سے ہے۔وہ مرکز کائنات ہے۔ تمام کائنات اس کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اسی کے گرد طواف کررہی ہے۔"اس دستور حیات

کے تحت مرد مومن جدو جہد سے بھرپور زندگی بسر کرتا ہوا اللہ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔وہ دنیا کی نعمتوں اور کاروباری گہما گہمیوں میں گھرا ہوا ہوتب بھی اس کا دل اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتا۔اس کی راحت کا سامان اور قلب کا اطمینان نماز اوراللہ کا ذکر بن جاتا ہے۔دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ قلبی طور پر دنیاو مافیہا کی محبت اور خوف وحزن سے آزاد ہوتا چلا جاتا ہے۔اس لائحہ عمل کو آپ اسلامی روحانیت،اسلامی تصوف، سلوک وطریقت،احسان وحکمت یا اخلاص عمل میں سے جو چاہے نام دے لیں لیکن یہ انسانی جبلت اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔عالم گیر شریعت کی سچائی معلوم کرنے کی ایک پرکھ یہ ہوتی ہے کہ اگر اس تعلیم کو پوری دنیا اپنا لے تو ہر طرف امن وامان اور ترقی وخوشحالی کا دور دورہ ہو جائے اور یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔

اب ذرا رہبانیت کی تعلیم کو اس کسوٹی پر پرکھ کر دیکھیں۔خدانخواستہ اگر دنیا کے سارے انسان رہبانیت کو اپنا کر لنگوٹیاں پہن لیں اور آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں، پہاڑوں ،مندروں اور خانقاہوں میں جا بسیں تو دنیا کا جو حال ہوگا اس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے روحانی طاقت اوراللہ کی معرفت حاصل کرنے کے جو طریقے تعلیم فرمائے ہیں وہ انتہائی سہل العمل اور سریع الاثر ہیں۔اسلام کے تصوف میں نہ مسلسل فاقے کرنا ہے نہ گوشہ نشینی ہے نہ ہی دنیا کو ترک کر کے جنگلوں میں جانے کی اجازت ہے۔نہ راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔نہ خانقاہوں میں بند ہو کر چلے کاٹنے پڑتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ طریقے اس قدر موثر ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے برسوں کا راستہ مہینوں میں طے ہوتا ہے اور وہ روحانی دولت حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔اس فطری عمل میں روحانیت کے حصول کا اہم ترین ذریعہ نماز کی پابندی کے

ساتھ ساتھ اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا ہے وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کھڑے لیٹے اور کام کاج کے دوران ہر جگہ اور ہر وقت کیا جاتا ہے۔اس ذکر کی اہمیت اور فضیلت پر قرآنی آیات اور حضورﷺ کی احادیث شاہد ہیں۔ذکر اللہ کا یہ طریقہ اس قدر آسان ہے کہ اس کے لیے مطلق وقت درکار ہی نہیں ہوتا کیوں کہ یہ ذکر سانس کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی جو دم غافل سودم کافر والے اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ بقول شاعر:

مرد بن، غافل نہ ہو، ذکر خدا سے پیار رکھ
ہاتھ پاؤں کام میں اور دل کو سوئے یار رکھ

اس ذکر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ بھی اللّٰہ اور جو سانس باہر آئے اس کے ساتھ بھی لفظ اللّٰہ اس طرح کہا جاتا ہے کہ دل کہے اور کان سنیں۔ اس راہ پر چلنے کے لیے جو دو باتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں وہ استعداد اور استاد۔یعنی انسان کے دل میں حصول مراد کے لیے طلب صادق موجود ہو اور اس کے ساتھ مرشد کامل میسر آجائے۔یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اللہ کے فضل و کرم سے منزل نزدیک اور آسان ہو جاتی ہے۔جب اللہ تعالیٰ کا دین کامل ہو چکا ہے اور کوئی نعمت ایسی نہیں جو اس میں شامل نہ ہو تو پھر روحانی قوت اور فقیری کے حصول کے لئے اسوہ رسول مقبولﷺ کے علاوہ اور شریعت سے باہر کسی دوسرے طریقے کی ضرورت محسوس کرنا دین کاملیت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔اسلام کے تصوف میں ایک سالک دنیا کے سارے کام احسن طریقے سے انجام دیتے ہوئے اور تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کی نعمت سے مشرف ہوسکتا ہے۔اس تصوف کی ترویج کے لیے اس صدی کے عظیم صوفی اور روحانی علوم کے محقق بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ قائم فرمایا۔

اندھا فقیر

(محمد ریاض ۔سکیسر)

آج سے پچیس (۲۵) سال پہلے تک ریڈیو اور ٹیلی ویژن دو بڑے میڈیا تھے اور ان دونوں پر اشفاق احمد اور بانو قدسیہ نے مورچے سنبھال رکھے تھے۔ ''تلقین شاہ'' ریڈیو پر پیش کیا جانے والا ایک دلچسپ سلسلہ تھا جسے اشفاق احمد خود ہی لکھتے اور پرفارم بھی کرتے۔ اس میں انسانی رویوں، خوبیوں، خامیوں، کوتاہیوں کو بڑے خوبصورت اور نپے تلے انداز میں پیش کیا جاتا تھا۔

ٹیلی ویژن پر بھی اشفاق احمد نے بہت کام کیا اور کئی ڈرامے لکھے جنہیں ٹیلی ویژن پر پیش کیا گیا جن میں ''ایک محبت سو (۱۰۰) افسانے''، ''حیرت کدہ''، ''اور ڈرامے'' وغیرہ شامل ہیں ان کی بیگم بانو قدسیہ صاحبہ نے بھی کئی ناول اور ڈرامے لکھے جن میں انسان اور خدا کے درمیان تعلق، انسانوں کا آپس میں تعلق، انسانوں کا دوسرے جانداروں کے ساتھ تعلق کو موضوع بحث بنایا گیا۔

اشفاق احمد نے اپنے آخری دور میں ٹی وی پر ایک پروگرام ''زاویہ'' کے نام سے شروع کیا جسے بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس پروگرام کو بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔ اشفاق احمد صاحب تصوف سے متاثر ہوئے اور اس کی گہری چھاپ ان کے کام میں بھی نظر آتی ہے۔ خصوصاً اسی (۸۰) کی دہائی کے بعد ان کے لکھے گئے ڈراموں میں آپ اس کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ ''ایک محبت سو (۱۰۰) افسانے'' پاکستان ٹیلی ویژن پر پیش کیا جانے والا ان کا ایک مقبول سلسلہ تھا۔ اس کا ایک کردار جس کا نام ''قرۃ العین'' تھا، اسے بہت پسند کیا گیا۔ اس میں ایک نوجوان کو دکھایا گیا تھا جسے پرواز سے بے حد عشق تھا اور وہ اسے اپنا کیریئر بنانا چاہتا تھا۔ اس کا والد جو ایک ریٹائرڈ افسر تھا وہ اپنے بیٹے کی اس شدید خواہش سے خوفزدہ تھا۔ وہ اسے سمجھاتا تھا کہ دیکھو یار! اتنی شدید محبت تو صرف خدا سے ہی کی جا سکتی ہے، اگر کسی اور چیز سے کی جائے تو بندہ کرچی کرچی

ہو جاتا ہے اور میرے جیسے بوڑھے آدمی کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کی کرچیاں اٹھانا بڑا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ تو اس اپنے فلائنگ افسر بننے کے شوق اور اس چیز سے باز آ جا۔ یہ اچھی بات ہے کہ تو یہ نہ بنے اور اسے دل پہ بھی مت لے لینا۔ بیٹا اپنے باپ کی اس بات کی گہرائی کو نہیں سمجھ پاتا اور اپنی خواہش کو اسی لیول پر جاری رکھتا ہے۔

اس کہانی کا جو پلاٹ ہے یا جو مرکزی خیال ہے وہ میرے خیال میں یہ ہے کہ اگر آپ اللہ کو چھوڑ کے کسی اور چیز کے ساتھ اٹیچ ہو جاتے ہیں یا عشق میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو یہ بات قطعاً ناپسند ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی چیز یا انسان کے ساتھ اتنی گہری وابستگی رکھی جائے۔ ایسے انسان کو سزا دی جاتی ہے۔ یہ بڑی سخت سزا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں انسان ہیرو سے زیرو بن جاتا ہے۔ یہ شاید صرف ان نیک روحوں کے لئے ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ صرف اپنی طرف متوجہ رکھنا چاہتا ہے۔ اگر وہ کسی اور طرف جانا چاہتے ہیں تو انہیں واپس بلایا جاتا ہے۔ عموماً واپس بلانے کا جو طریقہ ہوتا ہے وہ دوسرے ان جیسوں کے لئے باعث عبرت ہوتا ہے۔

بابا جی یعقوب صاحب بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سیکنڈری پوزیشن ہرگز قبول نہیں ہے اسے ہمیشہ پہلی پوزیشن چاہئے۔ دنیا کو خوب کمائیں، دنیا داروں سے بھی تعلق اچھا رکھیں لیکن دل کے اندر صرف اللہ ہونا چاہئے جیسے پنجابی میں کسی نے کہا ہے: دل یار ول، ہتھ کار ول۔ اگر دل کسی اور جانب موڑیں گے تو وہ چیز ہی باقی نہ رہے گی۔ میں آپ کو ڈرا نہیں رہا لیکن اشفاق احمد نے ڈرامے میں یہی دکھایا ہے کہ وہ خوش پوش، ہنس مکھ، پڑھا لکھا نوجوان داڑھی بڑھائے، پھٹے پرانے کپڑے پہنے، ایک مزار پر بیٹھا چوڑیاں بیچ رہا ہوتا ہے۔ ایک اندھا فقیر جس کے دل میں اب اللہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

توحید کی عملی شکل

(محمد عتیق عباسی)

توحید مسلمانوں کیلئے ہی مخصوص نہیں ۔کسی خاص جماعت ،قبیلہ ملک یا کسی خاص نسل تک محدود نہیں ۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ، برکت اور رحمت عام ہے ۔جیسا کہ اللہ کی عام نعمتیں ہوا، پانی ، روشنی ، سورج ، چاند ستارے وغیرہ سب بنی آدم کیلئے ہیں اسی طرح توحید کی برکات ،فیوض ،نعمت ہر خاص و عام کیلئے ہے۔

توحید کے ماننے کا مطلب محض یہ نہیں کہ اللہ ایک ہے بلکہ یہ دل کی دنیا میں تغیر و تبدل اور عظیم انقلاب برپا کرنے والا عقیدہ ہے ۔جسکا عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔

ایک توحیدی اور منکر توحیدی کی زندگی بالکل مختلف ہے ۔اس جہاں میں باعزت ، پاکیزہ اور کامیاب زندگی توحید اور اُس کے لوازم پر ہی عمل پیرا ہو کر گزاری جا سکتی ہے۔

اور اُس جہاں یعنی موت کے بعد بھی عزت و عظمت ،فلاح اور دائمی مسرتوں کا بھی وہی مستحق ہے جو توحید پر ایمان اور اُس کے احکامات کے مطابق دنیاوی زندگی گزارے۔ انسان کے سوچ و فکر ،عمل ،تہذیب و تمدن اور معاملات میں توحید کی بنیاد پر واضح تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 117 میں فرماتے ہیں ۔

بدیع السموات و الارض ۔ و اذا قضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکونo

''وہ پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا ۔وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے اُسے ہو جا ۔تو وہ ہو جاتا ہے''۔ پھر ارشاد فرمایا:

اللہ خالق کل شی وھو علی کل شی وکیلo (سورۃ الزمر آیت 62)

"اللہ ہر چیز کے پیدا کرنے والا ہے۔وہی اُس کا نگہبان اور ذمہ دار ہے"۔

اسی طرح سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر 27 میں فرمایا:

کل من علیھا فانoویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرامo

ساری کائنات اور خود انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔اپنے ارادے اور حکم سے پیدا کیا۔ اسی کے حکم اور ارادے سے قائم ہے۔اُس ذات باری تعالیٰ کے علاوہ جو کچھ بھی ہے۔اس کی مخلوق ہے اس کی ذات ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی۔بقیہ سب چیزیں فانی ہیں۔

فمن یکفر باالطاغوت ویومن بااللّٰہِ (سورۃ بقرہ آیت۔250)

کے مطابق عمل پیرا ہونا ہوگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی عمل،کسی ایجاد یا کسی صنعت کاری کو دیکھ کر انسان اس کے عامل،موجد اور صنعت کار کا معترف ہی نہیں بلکہ اس کی افادیت،اہمیت اور عظمت کے باعث اس کے علم وحکمت اور برتری کا اعتراف بھی کرتا ہے۔اپنے عقل،شعور اور علم کے مطابق، تشکر،عقیدت،محبت کے جذبات بھی رکھتا ہے۔تو پھر جب ہم اللہ کو خالق کل مانتے ہیں۔ تو اس کی صفات کو بھی ماننا ہوگا کہ وہ صفات میں یکتا ہے۔صفات میں لاشریک ہے۔تو اُس کی صفات کے بھی لوازم ہیں ان لوازم میں بھی کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

وہ خالق ہے تو ربّ بھی اُسی کو مانا جائے۔پھر حکم دینا بھی اُسی کا حق ہوا۔اُسی کے احکامات کی پیروی کی جائے۔وہی لائق بندگی واطاعت ہے۔وہ رزاق ہے،تو شکر گزاری اور حقیقی محبت کا مرکز بھی وہی ہونا چاہیے۔وہ مومن اور مُہیمن یعنی نگہبان اور امن عطاء کرنے والا ہے تو مدد اور استدعا اُسی سے کی جائے۔توکل اسی پر کیا جائے۔عزیز اور حکیم ہے تو حقیقتاً

وہی قابل اعتماد اور بھروسہ ہے۔ جو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت سے سارا نظام چلا رہا ہے۔ مصائب، تکالیف، راحت، خوشی، رنج والم میں اسی پر بھروسہ ہونا چاہیے۔

وہ علیم وقدیر ہے۔تو تمام حالات، واقعات تغیر وتبدل چاہے وہ اعلانیہ یا پوشیدہ ہوں اسی کو آشکارا مانا جائے۔لہٰذا ایسے تمام اقوال اور افعال کی نفی کی جائے جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کے لوازم کی نفی ہورہی ہو۔

توحید کاانفرادی اثر:

توحید علمی حقیقت نہیں۔ بلکہ نہایت ہی ضروری اور اہم علمی حقیقت ہے۔انسانی زندگی چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی۔توحید کے نہایت اہم اور گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

انسان جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔اس کو یہی عقیدہ آزادی اور حریت کا اعلیٰ اور برتر مقام بخشتا ہے کائنات میں تمام اشیاء انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔لیکن جب تک انسان توحید سے آشنا نہیں ہوتا۔تو دنیا کی انہی حقیر اور کمزور اشیاء سے خوف زدہ رہتا ہے۔حالانکہ یہ سب اس کی خدمت گزاری اور تابعداری کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔لیکن وہ خود ہی توحید سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے ان کی خدمت گزاری میں لگ جاتا ہے۔اپنے ہی جیسوں کو اپنا آقا اور رب، نافع، ضرررساں طاقت اور نہ جانے کیا کیا سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور انہی کے آگے جھکنا شروع ہوجاتا ہے توحید سے محرومی کا مطلب ہے کہ

انسان اپنی حقیقت سے نا آشنا ہے

اپنے اور اپنے اللہ کے تعلق سے محروم ہے

اپنی حیثیت، عظمت اور شان سے ناواقف اور بے شعور ہے۔ایک مرتبہ اپنے مقام سے گرتا ہے تو گرتا ہی چلا جاتا ہے۔اپنے نفس کو ذلیل کرنے میں کوئی عار شرم نہیں محسوس کرتا ہے اور

اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات ہونے کے جس شرف سے نوازا تھا۔اس سے بالکل ہی محروم ہوکررہ جاتا ہے۔توحید سے آشنا ہوتے ہی انسان میں ایسا انقلاب اورتبدیلی رونما ہوتی ہے۔ کہ انسان جو ہر چیز سے پست تھا۔اپنے آپ کو اس قدر بلند و بالا سمجھتا ہے۔کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز اُسے پست نظر آتی ہے۔

اس کی بہترین مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کے مقابلہ کے واقعہ میں پیش کی ہے۔

جب فرعون نے موسیٰ کے مقابلہ کیلئے جادوگروں کو اکٹھا کیا تو انہوں نے قبل از مقابلہ اپنے معاوضہ جیت کی صورت میں انعام واکرام کیلئے اطمینان ضروری سمجھا اوراس کے لئے التجا کی۔

فلما جاء السحرة قالو یفرعون ائن لنا لا جرا ان کنا نحن الغالبینo

(سورۃالشعراء۔آیت:41)

جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آئے تو کیا ہمارے لئے اجر اورانعام ہے۔اُس نے کہاہاں!

لیکن مقابلہ میں جادوگر مغلوب ہوئے اورتوحید کی پکار پاتے ہی ان کی عقل،فہم اور طبیعت میں عظیم انقلاب برپا ہوا کہ ان کے ایمان لانے پر فرعون نے ان کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں،سخت ترین سزاؤں اورسولی پر لٹکانے سے ڈرایا۔لیکن وہ بلاخوف وخطر جواباً کہتے ہیں کہ تمہارا زور،قوت ہر حربہ بس اسی دنیاوی زندگی پر چل سکتا ہے۔ہمیں تو اپنے رب کے پاس جانا ہے۔

وما تنقم منا الا ان امنا بایت ربنا لما جآء تنا ربنا افرغ علینا صبراً وتوفنا من المسلمینo (سورۃ الاعراف آیت نمبر 126)

توحید سے آشنا ہوتے ہی انسان میں ایسا انقلاب اور تبدیلی رونما ہوتی ہے۔کہ انسان جو ہر چیز سے پست تھا۔اپنے آپ کو اس قدر بلند و بالا سمجھتا ہے کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز اُسے پست نظر آتی ہے۔

اس کی بہترین مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کے مقابلہ کے واقعہ میں پیش کی ہے۔تم ہم سے انتقام لینا چاہتے ہو ہمارے دشمن ہو اس لئے کہ ہم اپنے رب کی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائے۔اے ہمارے رب ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں اسلام پر موت عطا فرما۔فرعون کیلئے تو یہ محض کھیل تماشہ تھا۔لیکن یہ جان گئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں اور ان کی دعوت حق ہے۔غور فرمایئے۔کہاں فرعون سے انعام و اکرام،معاوضہ کی درخواست اور حق کو پہچانتے ہی اُس کے مقابل اپنے رب سے صبر کی اور اسلام پر خاتمہ کی دعا نہ کوئی خوف،نہ پریشانی،نہ ڈر۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک توحیدی پر یہ راز عیاں ہو جاتا ہے حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ خوشی ہو یا رنج،دکھ سکھ،موت و حیات ان کی آمد و رفت کی ایک ہی طریق ہے۔

توحیدی ہر حال میں اللہ سے ہی اُمید رکھتا،اسی سے ڈرتا اور اسی سے استدعا و التجا کرتا ہے۔کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیا مختلف حکام،امراء،کارفرما اور کارپردازوں کی رزمگاہ نہیں۔ بلکہ ایک عزیز و حکیم اپنی غالب حکمت سے چلا رہا ہے۔کوئی بھی اُس کی مرضی کے خلاف اس دنیا میں ذرہ برابر بھی دخل انداز نہیں ہو سکتا۔اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس عالم کا خالق حق ہے اور وہی محبّ حق ہے۔

جو حق پرست ہو گیا وہ بالواسطہ حق کی ہی خدمت کرتا ہے۔حق پرست نے دنیا جہاں کی دولت پا لی ،اس کی زندگی لافانی ہے۔وہ کسی سے نہ تو ڈرتا ہے، نہ خوفزدہ، نہ ہراساں و پریشان ہوتا ہے، نہ تنہائی کچھ کہتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ ایک سدا بہار درخت کا پھل کھاتا اور ہمیشہ جاری رہنے والے چشمہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔جیسے اللہ نے خود فرمایا۔

الم ترکیف ضرب اللّٰہ مثلا کلمة طیبة کشجرة طیبه اصلها ثابت و فرعها فی السماء . توتی اکلها کل حین باذن ربها o اللّٰہ الامثال للناس لعلهم یتذکرون o (سورۃ ابراہیم آیت 24 اور 25)

کیا تم نے غور فکر نہیں کیا۔اللہ نے کیسی مثال بیان کی۔پاکیزہ کلمہ کی اور یہ کہ یہ کلمہ صاف ستھرے پاکیزہ درخت کی مانند ہے۔اس کی جڑیں مضبوط ہیں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں یعنی اس کو کوئی بھی قوت نہیں اکھاڑ سکتی۔یہ اپنا پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے دیتا ہے۔

غور فرمائیں۔انسان کی عقل،فہم و دانش جتنا کلمہ طیبہ پر غور کرتی ہے۔لاتعداد باریکیاں نکلتی چلی آتی ہیں۔توحید،معرفت الٰہی کی باتیں، ایمانیات،حمد و ثنا،قرآن،تسبیح و تحلیل،صدق ،اللہ کی معیت و محبت سب اس میں شامل ہیں۔

اسی کا ذکر اور اس پر غور فکر کرنے والا، ہمیشہ اور ہر حال میں خوش و خرم رہتا ہے۔کوئی بھی حالت یا حالات اس کے دلی سکون کو درہم ، برہم نہیں کر سکتے۔ بلکہ تمام مصائب، آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتا ہے۔ہر حال میں مطمئن رہتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر کی آیت نمبر 27 اور 28 میں فرمایا۔

یایتها النفس المطمئنة o **ارجعی الی ربك راضية مرضية** o

اے نفس مطمئن لوٹ چل اپنے رب کی طرف وہ تجھ سے راضی اور تو اُس سے راضی۔

ولا تکونو کالذین نسواللّٰه فانسھم ۔ انفسھم ۔ اولئِك ھم الفسقونo

(سورۃالحشر آیت 19)

"ان لوگوں جیسا مت ہو جانا۔جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور پھر اللہ نے اُن کو بھلا دیا۔ وہی لوگ نافرمان ہیں۔

ایک توحیدی کا باطن مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی طرف راغب رہتا ہے۔ اور یہی یکسوئی عملاً اور ظاہراً بھی طاری ہو جاتی ہے۔

انسان جس طرح طبعی قوانین کے آگے بے بس، لاچار اور بے اختیار ہوتا ہے۔ اسی طرح بے بسی، بیچارگی، بے اختیاری اپنے ربّ کے اوامر اور احکام کے آگے اختیار کرتے ہوئے جو آزادی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے،اُسے بخوشی اللہ کی مرضی اور رضا کے تحت کر دیتا ہے۔مجبوراً نہیں بلکہ خوشی، خوشی اس کی اطاعت قبول کرتا ہے اور یہی انسان کا اصل شرف ہے۔

طریقت توحید میں انسان کا پہلا درجہ یہی ہے کہ اپنے نفس کی بندگی سے فارغ اور آزاد۔اپنے آپ کو اپنے رب کی بندگی کے حوالے کر دیتا ہے۔تمام رسوم،قیدو بند سے آزاد ہوکر فلاح کی منازل طے کرتا ہے۔اللہ کے قرب ومعیت کو ترجیح دیتا ہوا بالآخر پکار اُٹھتا ہے۔

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰه رب العالمین o لا شریك له وبذلك اُمرت وانا اول المسلمینo (سورۃ انعام آیت 162-163)

اور مقام احسان پر فائز ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ اسلامی اخلاق کے بہترین پیکر

(خالدہ جمیل)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد سیدہ رقیہؓ سیدہ اُم کلثومؓ کے شوہر نامدار، سیدہ فاطمہؓ الزھرہ کے بہنوئی، حضرت علیؓ کے ہم زلف، 10 جنتیوں میں سے ایک، دوہجرتوں والے شرم وحیا والے، مومنوں کے امیر، پرہیز گاروں کے امام، مسلمانوں کے خلیفہ، ہدایت یافتہ، دوسروں کو ہدایت دینے والے حضرت عثمان بن عفانؓ کا آئینہ دل جاہلی عصبیت سے پاک تھا۔نور حق کی تجلی حضرت عثمانؓ کے آئینہ قلب پر پڑی تو ان کا دل نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا۔حضرت عثمانؓ نے جاہلیت سے اپنا رشتہ کاٹ لیا اور اسلام سے اپنا رشتہ جوڑلیا۔اپنے ایمانی ہتھیار سے وہ تمام بت توڑ دیئے جوان کے راستے میں حائل تھے۔اب وہ ہرطرح کے بندھنوں سے آزاد تھےان کی زندگی کا مقصد اعلائے کلمتہ الحق تھا،ان کی زندگی کے مشاغل نماز اور تلاوت قرآن تھے اور ان کی مصروفیت لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا تھا۔

خلافت عثمانیؓ میں حضرت عثمانؓ کے جودوکرم کا دریا جوش میں تھا۔ان کی دولت رشتہ داروں غریبوں، مسکینوں، یتیموں و بیواؤں محتاجوں ونا داروں کیلئے وقف تھی حضرت عثمان غنیؓ نے اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے خزانے کے دھانے کھول دیئے تھے اورخلافت اسلامی میں دریائے جودوکرم اورعطاوبخشش میں طغیانی سی آگئی تھی لہٰذا آپؓ حسن سیرت اورحسن محبت کا مرقع تھے۔صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی اس بیعت رضوان کی عظمت و فضیلت قرآن کریم میں دومختلف آیات میں مذکور ہے۔

ترجمہ : ''جولوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے، درحقیقت وہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر بعد بیعت کے جو عہد توڑے گا، اس عہد کے توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا، جس پر بیعت میں خدا سے عہد کیا تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس بیعت میں حصہ لینے والوں سے اپنی رضا و خوشنودی کا اعلان فرمایا۔ (سورہ الفتح آیت نمبر 18)

''بیشک راضی ہوا اللہ، اُن اہل ایمان سے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پس جان لیا اللہ تعالیٰ نے وہ جو ان کے دلوں میں تھا۔ اتارا ان پر اطمینان اور انعام۔ یہ دو عظیم فضیلتیں ہیں ان حضرات کی کہ جنہوں نے اس بیعت میں حصہ لیا۔ اس بیعت کے اسباب اور پس منظر پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس بیعت کے انعقاد کے سبب اور اس بیعت کے وجود کی بنیاد واساس حضرت عثمانؓ کی ذات ہے۔

حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہؓ خیمہ زن تھے اور کفار نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کو قریش مکہ سے گفت و شنید کیلئے اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا قریش مکہ نے آپ کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنیؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہم نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ اس قوم سے قتال نہ کرلیں اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بیعت کی دعوت دی اور درخت کے نیچے تمام مسلمانوں نے بیعت کی اور یہی وہ بیعت ہے جس کو بیعت **رضوان** کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس بیعت کے وجود وانعقاد کا جس میں حصہ لینے والے نہ صرف براہ راست اللہ سے عہد و پیمان کرنے والے ہیں بلکہ اس کی رضاوخوشنودی کو بھی یقین سے حاصل کرنے والے ہیں۔ سبب حضرت عثمان غنیؓ تھے ۔ایک فضیلت یہ تھی ۔دوسری فضیلت جو اس سے ارفع واعلیٰ سمجھی جاسکتی ہے کہ صحابہ کرام نے جو بیعت کی وہ اس طرح تھی کہ ایک ہاتھ صحابی کا اور ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالی نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ تمام صحابہ بیعت کر چکے تو حضرت عثمانؓ کی بیعت جس کیفیت سے منعقد ہوئی۔

کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت خود کی اور وہ اس طرح کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ گویا آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان غنیؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ علامہ ابن کثیر انس بن مالک کی روایت نقل کرتے ہیں:۔

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! عثمان غنیؓ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے امور کی تکمیل میں ہے چنانچہ اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مارا پس نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ عثمان غنیؓ کیلئے صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں سے بہتر تھا جس کے ذریعہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق یعنی جنت میں عثمان غنیؓ ہوں گے۔ یعنی عثمان غنیؓ وہ ہستی ہیں کہ جن کو اس دنیا میں بھی آپ نبی اکرم ﷺ کی حمایت و رفاقت کی دولت نصیب ہوئی اور جنت میں بھی آپ نبی کریم ﷺ کے خاص رفقاء میں سے ہوں گے۔ آپ عادت و مزاج کے اعتبار سے حلیم الطبع ، سلیم الفطرت اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے مالک تھے۔

نگاہوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو راحت پہنچانے والے، روحوں کو سکون و آسودگی بخشنے والے، حلیم و کریم۔ خدا کے پرستار، رسول خدا ﷺ کے عاشق، سنت کے پیرو، آخرت کے طلبگار اور جنت کے خریدار تھے۔ آپ قرآن کے قاری، حافظ و کاتب اور ماہر اور شب و روز اس کی تلاوت کرنے والے تھے۔

آپ حدیث کے سننے والے، جاننے والے اور سنانے والے تھے۔ انہوں نے مدینہ کو ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے سیراب کیا۔ انہوں نے لشکر اسلام کو ساز و سامان سے آراستہ کیا۔ انہوں نے قرآن کو جمع کیا اور اس کے نور کو دنیا بھر میں پھیلایا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو مال و دولت سے خوب نوازا تھا اور وہ یہ دولت خدا کی راہ میں لٹا دیتے۔

خداوند تعالیٰ نے ان کو قائدانہ صلاحیتیں بخشی تھیں، حکمرانی کے اوصاف عطا فرمائے تھے وہ خاموشی سے دین ھدیٰ کی خدمت کرتے تھے۔ انہیں نام و نمود ریا و نمائش سے سخت نفرت تھی۔ وہ خدا کی رضا اور رسول خدا ﷺ کی خوشنودی کیلئے یہ سارے کام کرتے تھے۔ انہیں اقتدار و منصب کی چاہت نہ تھی۔

حضرت عثمانؓ فطرتاً عفیف، پارسا، دیانتدار اور راست باز تھے۔ سب سے بڑا وصف حیاء اور رحمدلی ان کی خاص شان تھی۔ ایامِ جاہلیت میں جب کہ عرب کا ہر بچہ مست شراب تھا، اس وقت بھی عثمان ذوالنورینؓ کی زبان اس ذائقہ سے ناآشنا تھی۔ اور جب کہ کذب وافتراء، فسق و فجور عالمگیر تھا، آپؓ کا دامن ان دھبوں سے آلودہ نہیں ہوا۔ رسول اکرم ﷺ کی صحبت نے ان اوصاف کو اور بھی چمکا دیا تھا۔ خوف خدا تمام محاسن کا سرچشمہ ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ اکثر خوف خداوندی سے آبدیدہ رہتے۔ موت قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا۔ سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہو جاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ قبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ لوگ کہتے کہ جنت دوزخ کے تذکروں سے تو آپؓ پر اس قدر رقت طاری نہیں ہوتی۔ آخر قبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر بے قرار ہو جاتے ہیں۔ فرماتے آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔ اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہو گیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو پھر تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب توحیدی

نے سالانہ اجتماع 2024 سے پہلے توحیدی بھائیوں کو درج ذیل

شیڈول کے مطابق سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

جولائی: تعمیر ملت ، طریقت توحیدیہ

اگست : چراغ راہ ، مقالات معرفت

ستمبر: مقصود حیات

پاکستان میں نفاذ اسلام کا المیہ

(کے ایم اعظم)

ایک عرصے سے یہ سوال میرے لئے روگ جان بنا ہوا ہے کہ اللہ جل جلالہ اور رسول عالی مرتبت ﷺ کے نام پر معرض وجود میں آنے والی اس مملکت خداداد میں خاتم رسل کا دین قیم آخر رائج کیوں نہیں ہو پا رہا! جب کہ پاکستان کے عوام الناس تو یہی چاہتے ہیں کہ اگر واقعی ان کے مسائل کا حل اسلام میں ہے تو اسے جلد از جلد رائج ہونا چاہیے۔ گزشتہ پچاس سالوں میں کئی ایک بار نفاذ اسلام کی پر جوش تحریکیں اٹھیں مگر سب کی سب زمینی حقائق کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔ دوسرے الفاظ میں نفاذ اسلام کے بلند بانگ نعرے تو لوگوں نے بارہا سنے مگر نتیجہ کچھ بھی نہ دیکھا۔ ان حالات میں پاکستان میں ایک تشویشناک روش دیکھنے میں آ رہی ہے۔ اور وہ ہے لوگوں کی اسلام سے روز بروز بڑھتی ہوئی بیزاری۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اسلام صرف ایک توحیدی معاشرہ جس میں طاغوت کا اثر و رسوخ ملیا میٹ کر دیا گیا ہو، میں ہی کارگر ہو سکتا ہے۔ جب اسلام عوام کے مسائل حل نہ کر پائے گا تو لوگوں کا اس کے بلند بانگ نعروں سے بیزار ہونا ایک قدرتی ردِ عمل ہوگا۔ دوسری طرف بے مروت، رجعت پسند اور متشدد اسلامی تحریکیں لوگوں کو دین سے قریب لانے کی بجائے دور کر رہی ہیں۔ صدیوں پر محیط ناکامیوں کے بعد مسلمان اپنے دین اور اپنے آپ سے بد دل اور نا امید ہو چکے ہیں۔ اس لئے انہیں کوئی تبدیلی کا آسان راستہ بھی بتائے تو

وہ یقین نہیں کرتے اور ان کی توجہ آسانیوں کی بجائے مشکلات پر مرکوز رہتی ہے حالانکہ شریعت اور اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کا ایک آسان اور قابل عمل طریق کار ہے، مگر نہ ہی علماء اور نہ اہل حکومت سننے کے لئے تیار ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت تو فقط تقریباً ایک سو احکامات پر مبنی ہے، جسے ایک قلیل مدت میں بعد از تدوین رائج کیا جا سکتا ہے اور ایسا کرنے کے لئے مقننہ میں تین چوتھائی اکثریت کی بھی ضرورت نہیں۔ جب کہ فقہ کی تدوین تو ایک محنت اور وقت طلب کام ہے جو بتدریج ہی ہوسکتا ہے۔شریعت اور فقہ میں فرق نہ کر کے ہمارے علماء اور دانشور ملی انتشار کا باعث بن رہے ہیں اور بیچارے عوام اتنا بھی نہیں جانتے کہ پندرھویں آئینی ترمیم شریعت نافذ کرنے کے ارادے کا اظہار ہے۔

مجھے اس امر کا شدت سے احساس تھا کہ ایک بار پھر حکمران وقت اسلام کو اپنے وقتی مفادات کے لئے استعمال کر کے لوگوں میں اسلام کے لئے مزید بد دلی پھیلا دیں گے۔اور ہوا بھی یہی کہ محترم وزیر اعظم نے شریعت بل کا قضیہ کھڑا کر کے اسلام کو ایک بار پھر نزاعی سیاسی مسئلہ بنا دیا حالانکہ ایسا کرنے کی ان کو چنداں ضرورت نہ تھی۔نتیجہ یہ نکلا کہ اچھے بھلے روایتی مسلمان بھی شریعت کے خلاف زہر افشانی کرنے لگے۔قوم کو اس ناپسندیدہ صورت حال سے بچانے کے لئے میں نے نفاذ شریعت کا ایک آسان اور مفصل طریق کار روزنامہ نیشن مورخہ ۱۲اور ۱۹ جولائی ۱۹۹۸ء اور نوائے وقت مورخہ ۲۱ یا ۲۴ جولائی میں پیش کیا تھا، جو بعد میں دنیا کے کئی ایک اخبارات اور مجلّات میں بھی شائع ہوا۔مگر مجال ہے کہ ہمارے اہل حل وعقد نے اس پر ذرا بھی توجہ فرمائی ہو مسائل کا حل تو کبھی بھی ہمارے حکمرانوں کا وطیرہ نہیں رہا ان کا واحد مقصد حیات تو اپنے اقتدار کا دوام اور اپنے ذاتی دشمنوں کا زوال ہوتا ہے۔

یقیناً یہ اُمت کا ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ اتنی عظیم الشان روحانی قرآنی ہدایت اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کی سنت نصیب ہونے کے باوجود یہ صدیوں میں ایسا متفق نظریہ قانون نہ پیش کر سکے کہ جس کے ذریعے یہ روحانی ہدایت لوگوں کی عملی زندگیوں کے لئے مشعل راہ بن جائے۔ کیا یہ مقام شرم نہیں کہ آج جبکہ اس دنیا کے پچاس سے زیادہ ممالک میں مسلمان حکمران ہیں اور ان کی تعداد ایک ارب سے بھی زیادہ ہے تو ایک بھی مسلمان ملک ایسا نہ ہو، جس میں نظام اسلام پوری طرح رائج ہو اور وہ دنیا کو یہ بتا سکے کہ اسلام اس طرح اقتصادی اور معاشرتی مسائل، جو کہ آج کے انسان کو درپیش ہیں، حل کرتا ہے۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ خود ہمارے علماء اور مذہبی اکابرین ہیں۔ ہمارے مذہبی اکابرین اور علماء کا بڑا مسئلہ ان کا انداز کہن ہے، جس کے تحت وہ چھوٹے چھوٹے مسائل کی مین میخ نکالنے میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی آراء اتنی غیر فیصلہ کن، متضاد اور نزاعی ہوتی ہیں کہ کسی کارگر پالیسی سازی کے لئے کارآمد ثابت نہیں ہوتیں۔ ہمارے علماء اور فقہاء کی زیادہ تر توجہ شکوک رفع کرنے کی بجائے فرقہ بازی کو ہوا دینے پر ہے، جس کے نتیجے میں غیر فیصلہ کن اور نزاعی لٹریچر کی کتابوں کے انبار لگتے چلے گئے۔ ان حضرات کو اس امر کا احساس ہی نہیں کہ ان کا بے لچک نزاعی روّیہ اور غیر ضروری تفصیلات پر بے جا اصرار ہمارے طبقاتی حکمرانوں کو شریعت کا نفاذ نہ کرنے کا ایک معقول بہانہ فراہم کرتا رہا ہے۔ ہمارے اس وطن عزیز میں گزشتہ بہتر سالوں میں یہی کچھ ہوتا چلا آ رہا ہے جب کبھی نظام اسلام کے نفاذ کی تحریک چلی تو ہمارے طبقاتی حکمرانوں نے علمی و فقہی اختلافات کو بہانہ بنا کر اسے نافذ نہ ہونے دیا۔

یہ بات کہ مسلمان قانون اسلام کو اپنا کر اپنی ذاتی اور معاشرتی زندگی کے مسائل کیوں

حل نہیں کر پا رہے، کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ قانون کو صدیوں پر محیط قیاس و خیال اور قانونی تفریق نے عام مسلمانوں کی نظر سے اوجھل کر دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے صدیوں سے سوچنا چھوڑ دیا ہے اور ان کا سارے کا سارا انحصار عہد قدیم کے مسلمان مفکروں کی سوچ پر رہا ہے اس طرح اسلامی قانون دور حاضر کے مسائل کے حل کے لئے اپنی عملی مناسبت کھو بیٹھا۔ ایک ہزار سال پر محیط علم الکلام اور فقہ نے اسلام کی اصل سادگی کو سراب بنا کے رکھ دیا۔ دور حاضر میں بھی نفاذ شریعت کا مسئلہ ذہنی الجھنوں کا شکار ہے، جس کا اندازہ اسلامی سیاسی جماعتوں کے اکابرین کے اختلافی رویوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ بات تو قطعی طور پر واضح ہے کہ جب تک شریعت کے خدو خال، مواد اور مقاصد کے متعلق رائج پریشان خیالات، ذہنی الجھنیں اور پیچیدگیاں رفع نہ کی جائیں گی اور اسلامی قانون کو اس کی اصل صراحت اور سادگی کی طرف واپس لوٹایا نہ جائے گا، اس وقت تک مسلمان نزاعی آراء اور متنازع نظریات کے گورکھ دھندوں میں گم رہیں گے اور انہیں نہ تو یہ پتا ہوگا کہ اسلامی قانون حقیقتاً ہے کیا اور نہ ہی یہ کہ یہ اپنے پیروکاروں سے چاہتا کیا ہے؟

ایک شے جس نے پچھلے سوڈیڑھ سو سال سے ہمارے دینی اکابرین کے ذہنوں کو مسحور کیا ہوا ہے وہ ہے غلبہ اسلام کا مسئلہ۔ جہاں ایک قوم نے آٹھ سو سال حکومت کی ہو اس میں وہاں دوبارہ غالب ہونے کی خواہش ایک قدرتی امر ہے۔ مگر زمینی حقائق تبدیل ہو چکے ہیں۔ دراصل ہمارے زعما یورپی ترقی و تسلط سے بہت زیادہ مرعوب تھے۔ علامہ عنایت اللہ المشرقی نے اپنی خاکسار تحریک جرمنی کی نازی پارٹی کے خدو خال پر اٹھائی تھی۔ شاید زیادہ لوگ اس بات سے آشنا نہ ہوں کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو فاشزم کی راہ دکھانے والے خیری برادران تھے۔ حضرت مولانا نے دین کو ریاست کے مترادف قرار دیتے ہوئے یہاں تک

بھی کہہ دیا کہ اسلامی ریاست فاشٹ اور کمیونسٹ حکومتوں سے مناسبت رکھتی ہے (اسلام کا نظریہ سیاسی) حضرت مولانا نے پاکستان کی مخالفت بھی اس لئے کی تھی کیونکہ ان کے خیال میں ایک مضبوط عقیدہ رکھنے والی منظم پارٹی محض اپنے ایمان اور ڈسپلن کی طاقت کے زور پر برسر اقتدار آ سکتی ہے خواہ اس کے ارکان کی تعداد ایک فی ہزار ہو۔ان کا خیال تھا جب مسلمان پورے ہندوستان پر حکومت کر سکتے ہیں تو چھوٹے سے پاکستان پر اکتفا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد فقط دو ہزار فدائین کی تلاش میں بیس سال سے سرگرداں رہے۔ ہمارے دینی اکابرین اپنی نظریاتی عینیت پسندی (Ideological Idealism) کے نشے میں زمینی حقائق سے روگردانی کر رہے ہیں۔پاکستان کے مسلمان عوام میں بھی یہ غیر حقیقی تصور عام ہے کہ ایک مسلمان دس ہندوؤں پر حاوی ہے۔ ایسے رجحانات کے تدارک کے لئے ایک بار علامہ سلیمان ندوی نے فرمایا تھا کہ اگر بابر بننا ہے تو ہندوکش سے ٹکرانا سیکھو۔

ہندوستان کے لیڈروں نے تو یہ جاننے کے لئے کہ مسلمان زوال پذیر کیسے ہوتا ہے اپنے ریسرچ سکالرز کی ایک ٹیم سپین روانہ کر دی تھی مگر ہم نے خود اپنے زوال کی وجوہات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ پروفیسر سید محمد اکرم اکرام اپنے طور پر اس نہایت ہی اہم موضوع پر ایک روشن خیال تحقیق کر رہے ہیں۔آپ کے خیال میں جو ہندو مسلم معاشرہ صلح و آشتی اور محبت و مروت کی اساس پر مسلمان حکمرانوں نے قائم کیا تھا، اس کی دو بنیادیں تھیں: ایک مسلمان فاتحین کی عسکری قوت اور دوسری ان کی اخلاقی قوت (مجلہ اقبال اپریل 1998ء) دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کے عروج کا باعث ان کا اخلاق، رواداری اور موت سے نہ ڈرنا تھا اور انکے زوال کا باعث ان کا اخلاقی انحطاط اور روبہن یعنی دنیا سے محبت اور موت کا ڈر تھا۔

دراصل قرآن حکیم مسلمانوں کو غلبہ اسلام کے لئے صف آرا ہونے کی تلقین نہیں کرتا اور نہ یہ کہتا ہے کہ مسلمان جماعت بندی کر کے ایک امیر کی اطاعت میں غلبہ اسلام کے لئے جدوجہد کریں۔ بلکہ قرآن حمید کی لازوال حکمت یہ ہے کہ جب مسلمان مکمل طور پر مسلمان بن جاتا ہے تو وہ اپنے کون ومکاں میں خود بخود غالب آجاتا ہے۔حضرت علامہ اقبال کا فلسفہ خودی اسی حقیقت کی رونمائی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ" (4:136) وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد سچا ایمان نہیں لاتے، یعنی جس چیز کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں فی الواقع اسے نہیں مانتے، دراصل وہ کافر ہیں۔ایسے لوگوں کو اللہ ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی کبھی ان کو راہ راست دکھائے گا۔(4:137)

ان آیات قرآنی نے میرے اس دیرینہ جانگسل سوال کا جواب بھی فراہم کردیا کہ آخر اسلامی تحریکیں کامیاب کیوں نہیں ہو رہیں حالانکہ بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ہندو پاکستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد کے پہاڑ ضائع ہو گئے۔اب جب کہ پاکستان میں مختلف رنگ کی اسلامی جماعتوں کے سالانہ اجتماعات میں تقریباً ۳۰ لاکھ سرگرم کارکن جمع ہونے لگے ہیں تو وہی سوال پھر ابھر کے سامنے آتا ہے کہ اتنی بڑی اسلامی حرکت کے باوجود ہمارے اس وطن عزیز کے حالات سال بہ سال، ماہ بہ ماہ، دن بہ دن بدتر کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری تبلیغ آخراتنی بے اثر کیوں ہے؟ ہمارا جہاد رایئگاں کیوں جا رہا ہے؟ آخر کیا کمی ہے جس وجہ سے ہمارا مقتدر اسلامی مشن کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو رہا؟ ان اہم سوالات کے جواب میں مندرجہ بالا آیات یہ بات واضح کرتی ہیں کہ جب بھی کوئی دینی راہنما یا سیاسی لیڈر دوسرے درجہ کے ایمان کے ساتھ نفاذ اسلام کی کوشش کرے گا تو ناکام ہوگا بے شک جب انکا فہم قرآن ہی ناقص ہوگا اور ان کے کارکن ناپختہ مسلمان ہونگے ،تو وہ

اسلام کی ایک مسخ شدہ صورت ہی رائج کر کے اللہ جل جلالہ کے غضب کو دعوت دیں گے۔
ہمارے دینی زعما کو نہ تو صحیح اسلامی نظام کا شعور ہے اور نہ ہی اس نظام کو قائم کرنے کا صحیح لائحہ عمل ان کے پاس ہے۔ان کا دین فی سبیل اللہ فساد کے علاوہ کچھ نہیں۔حالانکہ ان اکابرین کو میدان قیادت میں قدم رکھنے سے پہلے ہر چیز سے تعلق توڑ کر صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑلینا چاہیے اور ہر نوع کی ذاتی خواہشات اور گروہی مفاد پر اللہ کا ہو جانا چاہیے، اسی کے رنگ میں رنگا جانا چاہیے اور ہر قدم صرف اللہ کی رضا کے مطابق ہی اٹھانا چاہیے۔جب وہ اس مقام کو پائیں گے تو اللہ کی مدد براہ راست ان کو ملے گی اور کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

اسلام میں اخلاق اور رواداری پر جتنا زور دیا گیا ہے شاید ہی دنیا کے کسی اور مذہب میں دیا گیا ہو۔نبی آخرالزماں رسول اکرمؐ کو یہاں تک بتا دیا گیا کہ لوگوں کو ہدایت دینا تمہاری ذمے داری نہیں ہے کیونکہ ہدایت تو اللہ ہی جسے چاہے دیتا ہے۔(2:272) رسول اللہؐ کے ذمہ صرف اتنا ہی کام ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو لوگوں تک صحیح صحیح پہنچا دیں (25:54;29:18) اور اگر وہ تم سے منہ پھیر لیں تو تمہارا کام تو صرف واضح طور پر بتانا ہی ہے (16:82)۔رسولوں پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں (16:35;36:17)۔ہم نے تمہیں صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کے بھیجا ہے (17:105;25:56)۔اے نبی تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے (28:56)۔ہم نے تمہیں ان کا محافظ نہیں بنایا اور نہ ہی تم ان کے اعمال کے ذمہ دار ہو (6:107)۔پس تم نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت کرنے والے ہو، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں (88:22)۔ان آیات کی روشنی میں سورہ توبہ کی آیت نمبر ۳۳ "**لیظھرہ علی دین کلہ**" کا مطلب تعلیم و تبلیغ ہی ہو سکتا ہے نہ کہ غلبہ بالجبر۔

اسلام میں جنگ کفر سے نہیں ظلم اور جارحیت سے ہے۔سوائے امام شافعی مولانا سید ابوالاعلی مودودی اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے سب اماموں اور علماء الاکبر کی رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کے غیر مسلمانوں کے ساتھ تعلقات جنگ کی بجائے امن پر مبنی ہیں۔اس زمانے میں ہم اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کو دوسرے درجہ کے شہری کیسے بنائیں گے؟

ہمارے قدامت پسند مقلد عناصر کے اس اصرار کی کہ جدید اسلامی ریاست تفصیلاً خلافت راشدہ کے عین مطابق ہونی چاہیے، شریعت توثیق نہیں کرتی۔شریعت اسلامی ریاست کا کوئی واضح نمونہ بھی متعین نہیں کرتی اور نہ یہ اسلامی ریاست کے آئین کا قطعی نقشہ پیش کرتی ہے۔انسانی ماحول کے تغیر وتبدیلی کو مدنظر رکھتے ہوئے، شریعت صرف چند ایک کشادہ اصول مہیا کرتی ہے دراصل اسلامی ریاست ایک قسم کی نہیں بلکہ کئی اقسام کے مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور شریعت کے غیر مبہم اجتماعی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، اپنی ریاست کے خدوخال متعین کر لیں۔بہر حال خلفاء راشدین کے ذاتی کردار اور اخلاق ہمارے لئے ہمیشہ کے لئے مشعل راہ ہیں۔فی الحقیقت یہی وہ نقطہ ہے جو قدامت پسند حضرات کی نظروں سے اوجھل ہے کہ ہمیں خلافت راشدہ کی ظاہری اشکال کی بجائے اس کے کردار اور اخلاق کو اپنانا ہوگا۔

اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا ہدف فقط اسلامی ریاست کا قیام نہیں، بلکہ اس کے ذریعہ اسلامی عینی مقاصد، سچائی، انصاف، مساوات اور انسانی فلاح کو حاصل کرنا ہے۔بے شک ہمیں ابھی دنیا پر یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم وہ بہترین امت ہیں جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے دنیا میں لایا گیا ہے (3:110)۔پس ہمارا عقیدہ کٹر لفظی بنیاد پرستی یا بے لچک تقلید کا نہیں بلکہ تخلیقی جدوجہد کا ہے۔ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم ہندی الاصل لوگ بت پرستی کے

چنگل سے ابھی تک پوری طرح آزاد نہیں ہوئے جیسا کہ حضرت علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

ع: تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

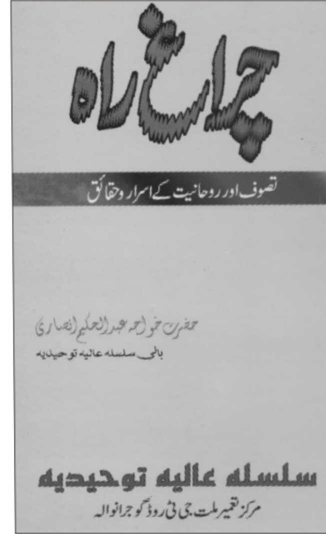
ہمارے دینی راہنماؤں نے اسلام کو بھی صنم کبیر بنا رکھا ہے اور اس کے لئے پروہتوں کی طرح ہمہ وقت مال و خون کی قربانی مانگتے رہتے ہیں حالانکہ ہمارا رب العالمین تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے راستے پر چل کر اپنی زندگیاں آسودگی اور خوشیوں سے بھر لیں۔

دینی راہنماؤں اور علماء کے کرنے کے کام تو وہی ہیں جو رسول اکرمؐ نے سرانجام دیے تھے۔ جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امیوں کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں (۱) اللہ کی آیات سناتا ہے (۲) ان کا تزکیہ نفس کرتا اور ان کو (۳) کتاب اور (۴) حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (2:129,151;62:2)۔ چنانچہ دینی اکابرین اور علماء کرام کو چاہیے کہ دینی سیاست کو خیر باد کہتے ہوئے اپنی قیمتی زندگیاں اس مقدس کام کے لئے وقف کر دیں۔

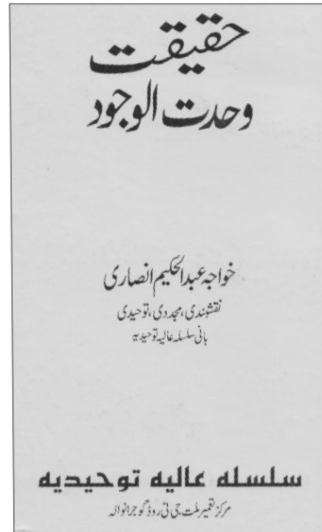
دعائے مغفرت

ملتان سے اسامہ اسد، حمزہ اسد کے نانا ابو
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)
مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

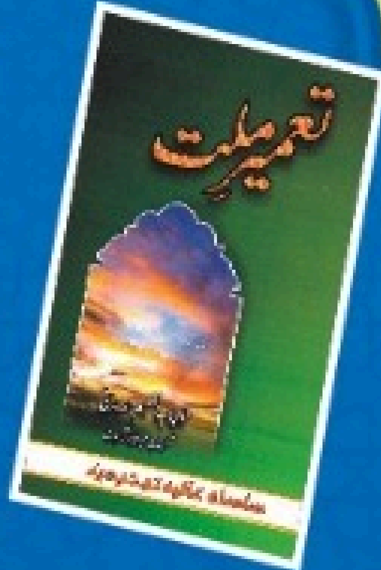


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجددالف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت و دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com